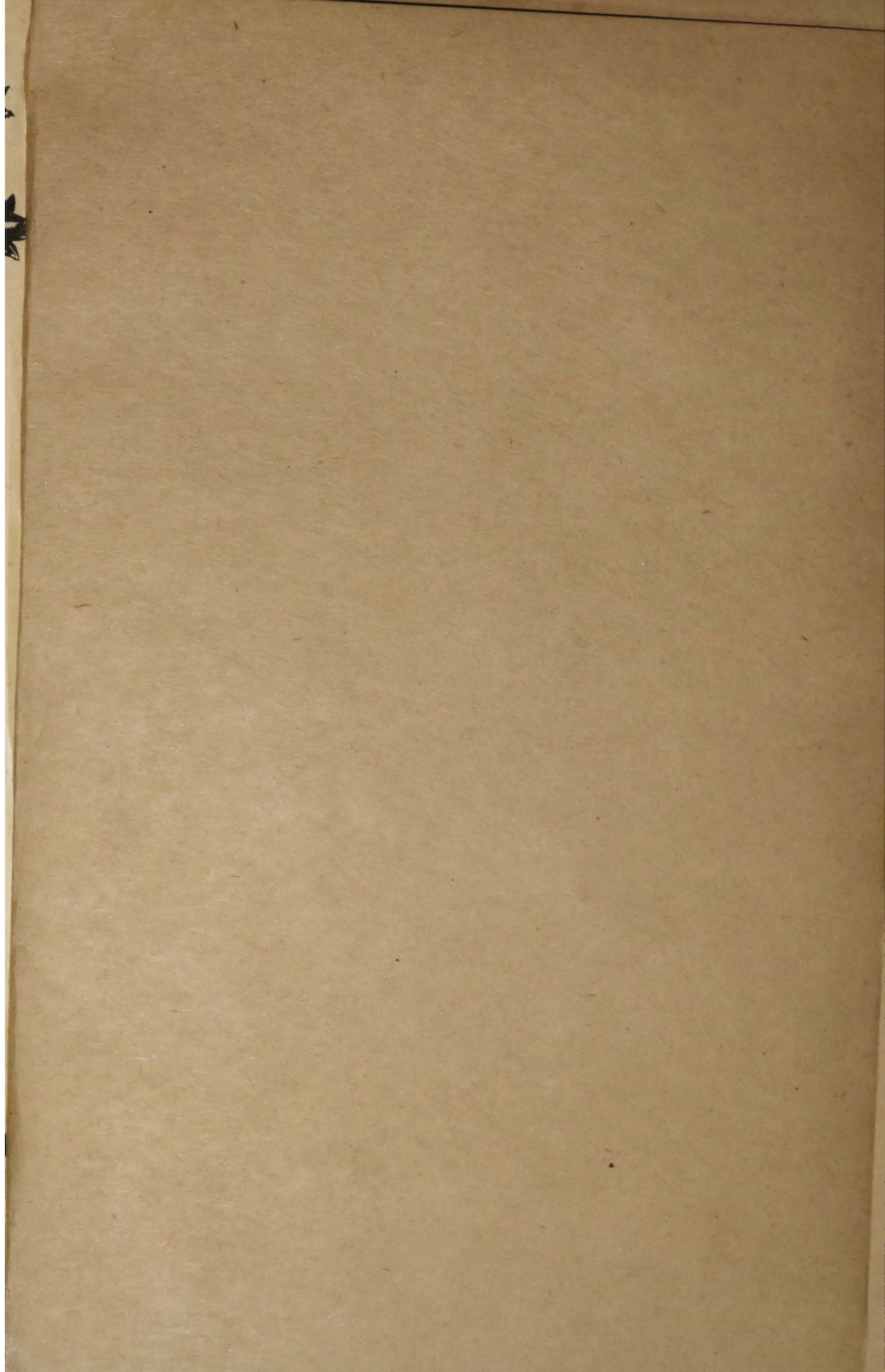


٥٢٩

٩٢٨

حقيقة الروح



فَلِالْزُّمْحُورِ مِثْرًا وَمَا أُوتِيتُمْ بِالْعِلْمِ إِلَّا لِقِلَّةٍ

امام غزالی کے مشہور رسالہ

المُضَنِّينَ عَلَى أَهْلِهِ

کا با محاورہ ترجمہ

المستغنی

حقیقۃ الزُّمَحُورِ

ترجمہ

جناب مولوی ابوالجی محمد علی الماجد صاحب بہا کلپوری

بہ تمام خاکسار سعید احمد

در مطبعہ می علی گڑھ طبع شد

جلد حقوق بذریعہ جی بی محفوط بین

۱۰۰۰ جلد قیمت فی جلد ۴

کتابخانه وقف منصوبہ میٹر ۲۴

خبرہ اردو
انوار السنہ و تاریخ

مدد محمد سجاد
نور رسد سجاد

فہرست کتب موجودہ مطبع احمدی علیگڑہ

دیوان غالب - عمدہ کاغذ پر خوشخط چھاپا ہوا نہایت صحیح یعنی اُس دیوان کے مطابق جبکہ پروف خود مرزا غالب کی نظر سے گزرا تھا۔ مع شرح دیوان غالب (قابل دید) یہ منصایں و محسّنات ہر زبان صحیح و فصیح و عبارت مکمل و مختصر و سلیس از سبب فضل احسن حسرت موہانی بی۔ اے۔ عہ۔ المذنبین والاسلام۔ یہ کتاب ایک زبردست مصری فاضل محمد فرید وجدی کی جدید تصنیف ہے۔ اسکا اردو ترجمہ مولوی رشید احمد صاحب انصاری نے نواب محسن الملک ہمدانی کے ارشاد کے موافق کیا ہے۔ مغربی تعلیم اور مغربی علوم و فنون کی بدولت جو شکوک اور شبہات مذہب کی طرف سے پیدا ہو رہے ہیں اور اتحاد اور دہریت کا سیلاب جو مغرب کی طرف سے بڑھتا چلا آ رہا ہے اُسکے سہتصال کو لئے و حقیقت اس پایہ کی کتاب آج تک کوئی نہیں لکھی گئی اسکے تمام مباحث نہایت عالمانہ اور فلسفیانہ انداز پر لکھے گئے ہیں اور جدید شائستگی کے اہم اصول کو اسلامی اصول کے ساتھ تطبیق دی گئی ہے تعلیم یافتہ گروہ کے لئے یہ کتاب آجیات سے کم نہیں ہے۔ اخلاق محمدی - اس کتاب میں طرز معاشرت، آداب مجالس، اخلاق، کسب معاش، ممانعت سوال، ہمت و استقلال، ہمدردی، رفاہ عام، حقوق باہمی، تعظیم اکابر، شفقت اصاغر وغیرہ تمام صفت حسنہ کے متعلق آیات و احادیث جمع کر کے مع ترجمہ و اصل کے طبع کی ہے جسکے دیکھنے سے متقدمین اسلام کے اخلاق و معاشرت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پر جاتا ہے۔ قیمت ہر چار حصہ ۴۰۰ لے سار المسلمین یہ کتاب فاطمہ خانم ایتہ کی خاتون کی تصنیف ہے اس میں ۱۲ کثرت ازدواج، طریق نکاح، حقوق زناں پر مکالمے کے طور پر دلچسپ طریقے سے متھقانہ بحث کی ہے حقیقۃ الروح - ترجمہ رسالہ مضمون بہ علی اہلہ مصنفہ امام غزالی کا با محاورہ اردو ترجمہ قیمت ۴۰۰

قال الزوج من مزرقي ما أوتيت من العلم والعباد

امام غزالی کے مشہور رسالہ

المُضْتَوْنَ بِعِلْمِهِ

کتابا محاورہ عربیہ

(المستجابہ)

حقیقۃ الفرح

ترجمہ

جناب مولوی ابوالجود محمد عبد الماجد صاحب ہماگلی پوری

باہتمام خاکسار سعید احمد

مطبع علی گڑھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سئل شيخ الامام الاجل الزاهد السيد حجة الاسلام زين الدين
مقتدى الامة قدوة الفريقين ابو حامد محمد بن محمد بن محمد
الغزالي قدس الله روحه ونور ضريحه عن معنى قوله تعالى
فاذا سويته ونفخت فيه من روحي ما التسوية وما النفخ وما الروح
فقال التسوية فعل في المحل القابل للروح وهو الطين في حق
ادم عليه السلام والنطفة في حق اولاده بالتصفية وتعديل
المزاج فانه كما لا يقبل النار يا بس محض كالتراب والحجر ولا رطب
سؤال آية شريفة فاذا سويته ونفخت فيه من روحي من تسوية - نفخ اور روح کے کیا معنی
ہیں اور اسکی حقیقت کیونکر ہے۔ جواب جو محل قابلیت روح کی رکھتا ہو اس میں غایت
درجے کی صفائی اور تعدیل مزاج جس فعل سے پیدا ہوا اسکو تسویہ کہتے ہیں محل روح آدم
علیہ السلام میں تو طین رکھتا ہے جس سے انکا قالب تیار ہوا اور انکی اولاد میں نطفہ رسی ہے
اسکو یون سمجھنا چاہیے کہ دنیا میں یا بس محض جیسے مٹی اور تھپڑ اور رطب

محض کالماء بل لا تتعلق النار الا بمركب اى من يابس ورطب و
لاكل مركب فان الطين مركب ولا تشتعل فيه النار بل لا بد بعد
تركيب الطين الكثيف من تردد فى اطوار الخلقة حتى تصير نباتا
لطيفا فتثبت فيه النار وتشتعل فيه

وكذلك الطين بعد ان ينشئه الله خلقا بعد خلق فى اطوار
متعاقبة تصير نباتا فياكله الادمى فيصير دما فتزغ القوة المركبة
فى كل حيوان صفوة الدم الذى هو اقرب الى الاعتدال فيصير
نطفة فيقبلها الرحم ويمتزج بهامنى المرأة فتزداد عند ذلك
محض حبيبه پانى آگ کو ہرگز نہیں قبول کر سکتی بلکہ آگ کی قبولیت کے لیے ایک ایسے مرکب کی
ضرورت ہے جو یابس اور رطب ہو اور پھر ہر ایسا مرکب بھی صلاحیت قبولیت آگ کی نہیں رکھتا
مثلا طین دیکھو ہی کو دیکھیے کہ اس میں آگ کے مشتعل ہونے کی صلاحیت نہیں تا وقتیکہ یہ کیچڑ
بتدریج اپنی خلقت میں ترقی کرتا ہوا اچھا خاصا نبات نہ ہو جائے ہاں اس وقت البتہ
اس میں آگ رہ سکتی اور مشتعل ہو سکتی ہے۔

اور علیٰ ہذا وہی طین دیکھو جب اسکی خلقت بقدرت الہی بتدریج اطوار مختلفہ میں
ترقی پا کر نبات ہو جاتا ہے اور اسکو انسان کہتا ہے تو وہ خون بھی بن جاتا
ہے اور وہی خون جو باعتبار خلطون کے اقرب الى الاعتدال ہے جب قوت مرکبہ
جو ہر ایک حیوان میں ہے اس کے جوہر کو پھینچ لیتی ہے تو نطفہ (منی) ہو جاتا ہے
اور اس قابل ہو جاتا ہے کہ اب رحم (عورت کے بچہ دان) کو کہتے ہیں،
اسکو قبول کر لے اور جب اس میں عورت کا مہی مادہ ملا اسکا اعتدال ور بھی بڑھ گیا

اعتدلا ثم ينضجها الرحم مجل سرة فتزداد تناسبا حتى تنتهي في
 الصفاء واستواء نسبة الاجزاء الى الغاية فتستعد لقبول الروح و
 امساكها كالغنيمة التي تستعد عند شرب الدهن لقبول الناس و
 امساكها فالنطفة عند تمام الاستواء والصفاء تستحق باستعدادها
 روحا يدبرها ويتصرف فيها فتفيض اليها الروح من جود الجواد الحق
 الواهب لكل مستحق ما يستحقه وكل مستعد ما يقبله على قدر قبوله
 عورت کے رحم نے اپنی حرارت مزاجی سے اوسکو خوب مناسب پکایا اور راضی
 کامل دیا پھر تو اوس کا اعتدال یہاں تک بڑھا اور اوس کے تمام اجزاء کی مناسبت
 اور اوسکی صفائی یہاں تک ترقی کر گئی کہ روح کو اپنے اندر روک رکھنے اور
 قبول کرنے کی صلاحیت پوری آگئی بعینہ جیسے قلیلہ کہ جب خوب تیل میں بھیجتا
 اور اوسکو جذب کر لیتا ہے آگ کے قبول کر لینے اور اوسکو اپنے اندر روک
 رکھنے کی صلاحیت پیدا کر لیتا ہے

پس خلاصہ یہ ہے کہ نطفہ میں جب غایت درجہ کی صفائی اور اس کے
 احسن احوال میں پوری مناسبت اور پورا اعتدال آجاتا ہے تو وہ خود
 بخود اپنی استعداد کاملہ سے مستحق ایسی روح کا ہو جاتا ہے اور
 ایسی روح کو چاہئے لگتا ہے کہ جو اوس میں تصرف اور تدبیر کرینگے
 پھر کیا ہے اوس جو اود برحق اور دھاب کی طرف سے جو
 ہر ایک مستحق کو اوس کے استحقاق کے موافق چیزیں عطا کرتا ہے اور
 ہر ایک مستعد اور قابل کو بقدر اوس کی استعداد اور قابلیت اور قبول و

احتمالہ من غیر منع ولا یجمل فالتسویۃ عبارة عن هذه الافعال
المرددة لاصل النطفۃ فی الاطوار السالکۃ بہا الی صفت الاستواء
والاعتدال -

فصل سئل ما النفع فقال النفع عبارة عما شغل نور الروح فی
فتیلۃ النطفۃ وللنفع صورة ونتیجۃ اما صورۃ فاحراج الهواء
من جوف النافع الی جوف المنفوخ فیہ حتی یشعل الحطی الباقیل
للنار فالنفع سبب الاشتعال وصورة النفع الذی ہو سبب فی حق
اللہ تعالیٰ محال والصیب غیر محال وقد یکنی بالسبب عن الفعل
برداشت کے بغیر روک اور بخل کے چیزیں مرحمت فرماتا ہے فیضان روح ہو جاتا ہو
اب بات صاف ہو گئی کہ تسویہ عبارت ان افعال سے ہو کہ جو تبدیلیج اور متعاقب اصل
نطفہ پر عارض ہوتی رہتی ہیں یہاں تک کہ اسکو صفت اعتدال اور استواء کے اوس
اعلیٰ درجہ تک پہنچا دیں کہ صلاحیت تمام قبولیت روح کی ہو جائے -
سوال نفع روح کی حقیقت کیا ہے اور نفع کسکو کہتے ہیں -

جواب فتیلۃ نطفہ میں نور روح جس سبب سے مشتعل ہو جائے نفع سے بیان ہی مراد ہے
اسلیے کہ نفع یعنی بھونکنے کے لیے ایک صورت خاص ہے اور ایک اسکا نتیجہ ہے صورت
اسکی تو یہی ہے کہ بھونکنے والے سے ایک ہوا نکلے اور جسکو بھونکے اوسمین اسطرح پونچے
مثلاً کہ جل بندھن لکڑی میں آگ کی صلاحیت ہے اوسمین آگ مشتعل ہو جائے پس خوب
سمجھ لو کہ نفع سبب اشتعال ہے اور یہ صورت جو سبب قرار پائی ہے یقیناً خداوند تعالیٰ کی ذات
پاک میں محال ہے مگر سبب (یعنی نتیجہ) بیان محال نہیں ہے - ہاں جس فعل سے

الذی يحصل مسبب عنه علی سبیل المجاز وان لم یکن الفعل
المستعار له علی صورة الفعل المستعار منه کقوله تعالی غضب
الله علیهم فان تقصنا منهم والغضب عبارة عن نوع تغیر فی
الغضبان یتأذی به ونتیجته اهلالة الم غضوب علیه وایلامه
فغیر عن نتیجة الغضب بالغضب وعن نتیجة الانتقام بالانتقام
وکذا لک عبر عما ینتج نتیجة النفخ بالنفخ وان لم یکن علی صورة النفخ
فقل له فضا السبب الذی اشتعل به نور الروح فی فتیلة النطفة
که مسبب حاصل ہوا اگرچہ وہ اس صورت پر نہیں واقع ہوا ہے جیسا کہ یہ مگر کثایت بطریق
مجاز اسکو بھی اسی سبب کے لفظ سے تعبیر کیا مثلاً خدا کا قول غضب اللہ علیہم
فانتقمنا منهم جسکے معنی ہیں غصہ ہوا خدا و ان پر۔ پس بدایا میں نے
اون سے اس میں بھی یہی حال ہے کیونکہ غصہ سب جانتے ہیں کہ ایک
ایسی چیز ہے کہ غصہ کنندہ میں ایک طرح کا ایسا تغیر پیدا ہو کہ اوس سے
اوسکو ایک اذیت محسوس ہو اور ظاہر ہے کہ یہ خداوند جل وعلا میں
محال ہے ان اس غضب کا نتیجہ کیا ہے مغضوب علیہ کا اہلاک
اور اوسکا ایلام پس نتیجہ غضب غضب سے تعبیر کیا گیا اور علی ہذا انتقام
کا بھی یہی حال ہے اسلئے نتیجہ انتقام انتقام سے تعبیر کیا گیا اب بیان
بھی سمجھ لو کہ جس سبب سے نتیجہ نفخ حاصل ہوا اوسکو مجازاً نفخ سے
تعبیر کیا اگرچہ صورت نفخ بیان واقع نہیں ہوئی کیونکہ محال ہے۔
سوال کیا سبب ہے جس سے نور روح فتیلة نطفہ میں مشتعل ہو گیا۔

قال هو صفة في الفاعل وصفة في المحل القابل اما صفة الفاعل
فالحد لا الهى الذى هو يتنوع الوجود على ماله قبول الوجود فهو
فياض بذاته على كل حقيقة اوجدها ويعبر عن تلك الصفة بالقدر
ومثالها فيضان نور الشمس على كل قابل للاستنار عند ارتفاع
الحجاب بينهما فالقابل للاستنار هى الملونات دون الهوى
الذى لا لون له واما صفة القابل فالاستواء والاعتدال الحاصل
بالتسوية كما قال سويته -

جواب وہ سبب کچھ اور نہیں ہے صرف دو صفتوں کا اجتماع ایک صفت فاعل
حقیقی اور دوسرا صفت محل قابل روح اس صفت فاعل حقیقی کا نام جو
آہی ہے جس سے اون چیزوں پر جو قابلیت وجود کی رکھتی ہیں فیضان وجود کا
ہو جاتا ہے۔ ایسی حقیقت جسکو وہ ایجاد کرنا چاہتا ہے اپنی بذات خود فیاض ہے اور اسی
صفت کو قدرت سے تعبیر کرتے ہیں اور مثال اسکی سمجھنے کیلئے بعینہ فیضان روشنی
آفتاب کی ہے اور اون چیزوں پر جو قابلیت روشن ہو جائیگی کہتے ہیں جب آفتاب ان دنوں کے
درمیان یعنی آفتاب اور اوس چیز کے مرتفع ہو جائے پس فی الحقیقت قابلیت روشن
ہو جانے کی وہی چیزیں رکھتی ہیں جن میں کچھ یوں ہی ہوا جس میں
کچھ یوں نہیں وہ قابلیت چمک جائے اور روشن ہو جانے کی نہیں
رکھتی۔ صفت محل قابل اس مقام پر وہی اوس کی انتہا درجہ کی
صفائی اور غایت درجہ کا اعتدال اور مناسبتہ اجزا ہے جو تسویہ سے
حاصل ہوا ہے اور خداوند جل وعلا نے فرمایا ہے سوتیہ -

ومثاله صقالة الحديد فان المرأة التي ستر الصدا وجهها لا تقبل
 الصورة وان كانت محاذية للصورة فلو حاذتها الصورة وشتغل
 الصيقل بتثقلها فكما حصل لصقال حدث فيها الصورة
 المحاذية من ذی الصور المحاذية فکذلك اذا حصل الاستواء في
 النطفة حدث فيها الروح من خالق الروح مرغی تغییر فی الخالق بل
 انما حدث الروح لان لا قبله لتغير المحل بحصول الاستواء الا ان لا
 قبله كما ان الصورة فاضت من ذی الصور علی المرأة فی حکم لوهم
 مثال اس کی بے بنیہ جلا کی ہے اس لیے کہ جس آئینہ پر رنگ چھایا جائے
 اگرچہ وہ صورت کے محاذی اور مقابل ہو مگر صورت کو قبول نہیں کرتا
 ہاں اگر صورت اس کے مقابل ہو اور صیقل گرا دے پر جلا دینا شروع کرے
 پس چون ہی اس میں جلا ہو جائے گا وہ چیز جو اس کے محاذی اور
 مقابل ہے اس کی صورت بھی فوراً اس میں پیدا ہو جائے گی
 یوں ہی سمجھ لو کہ جس وقت نطفہ میں اعتدال تام اور مناسبت
 بدرجہ غایت جس کو استواء کہتے ہیں حاصل ہوگی فوراً روح ہی
 اس میں خالق روح کی جانب سے پیدا ہو جائے گی یہ نہیں
 کہ کچھ خالق من تغیر ہو جیسا کہ آئینہ کے محاذی اور مقابل
 شے میں کچھ تغیر نہیں ہوتا بلکہ یوں سمجھو کہ روح تو ابھی پیدا
 ہو گئی قبل سے نہ تھی کیونکہ محل ہی تو استواء پا کر ابھی مثال
 بنا ہے کہیں سے کہ خطا جیسے لیکن اچھی طرح

من تغیر حدث فی الصورة ولكن كان لا يحصل من قبل الالات
الصورة ليست مهيأة لان تنطبع فی المرآة لكن لان المرآة
لم تكن صقيلة قابلة للصورة -

فقل له فما الفيض فقال لا ينبغي ان تفهم من الفيض ما
تفهم من فيضان الماء من الاناء على اليد فان ذلك عياسة
عن انفصال جزء من الماء عن الاناء واتصاله باليد بل افهم
منه ما تفهمه من فيضان نور الشمس على الحائط ولقد غلط
قوم في نور الشمس ايضا فظنوا انه منفصل شعاع من جرم الشمس
سمجه لو كه صورت كا عدم حصول آئینه من اس وجه سے نہیں ہوا تھا
كه صورت آئینه من منطبع ہونے كے ليے تيار نہیں تھی اور اسكے
قابل نہ تھی بلکہ صرف اس وجه سے كه آئینه مجلا اور قابل انطباع
صورت كے نہ تھا۔

سوال وہ فیض و فیضان جس كا آپ نے ذكر كیا وہ كیا چیز ہے
جواب جس طرح فیضان پانی كا کسی برتن مثلا لوٹے سے ہاتھ پر
ہوتا ہے بیان فیضان سے ہر گروہ نہ سمجھتا کیونکہ دہان تو یقینی پانی
كے اجزا لوٹے سے مفصل ہو كر ہاتھ پر پہونچتے اور اس سے
متصل ہوتے ہین اور فیضان الہی میں یہ کیونکر ممکن ہے بلکہ اوسكو مثل
فیضان نور شمس كے سمجھو جو دیواروں پر ہوتا ہی لوگون نے غلط سمجھا ہے
كه نور شمس عبارت اس سے ہے كه جرم شمس سے شعاع منفصل ہوتی ہے

و یصل بالحائط و یبسط علیہ و هو خطاء بل نور الشمس سبب
 لحدوث شئ یناسبہ فی النور سیرۃ وان کان اضعف منه فی
 الحائط المتلون کفیضان الصوره علی المرآة من ذی الصورة
 فانه لیس بمعنی انفصال جزء من صوره الانسان و اتصالہ بالمرآة
 بل علی معنی ان صوره الانسان مثلاً سبب حدوث صوره تماثلها
 فی المرآة القابلة للصورة و لیس فیہما اتصال و انفصال الالسیبۃ
 المحررة و کذا لک الوجود لالہی سبب حدوث نور الوجود فی کل
 ماہیۃ قابله للوجود فیعبر عنہ بالفیض -

اور دیوار سے متصل ہو کر اوپر پھیل جاتی ہے یہ بالکل غلط ہے اصل بات یہ ہے
 کہ نور شمس نے الحقیقۃ ایک ایسی چیز کے حدوث اور وجود کا سبب ہے جو نوریت
 میں اس کے مناسب تھی اگرچہ وہ چلنے اور روشن ہو جانے والے دیوار میں بہت
 ہی کم سی ٹھیک جیسے فیضان صورت کا کسی ذی الصوره سے آئینہ میں ہوتا ہے
 ظاہر ہے کہ یہ ہرگز اس معنی میں نہیں ہے کہ صورت انسان سے کوئی حبر
 منفصل ہو کر آئینہ سے متصل ہو جاتی ہے بلکہ بلا شک اسی معنی میں ہے
 کہ جو آئینہ قابل انطباع صورت کے تھا اس میں صورت اصلی انسان ایک
 مثالی صورت کے حدوث اور وجود کا سبب ہو گئی اور اس میں اتصال و
 انفصال کچھ بھی نہیں ہے مگر وہی سببیت محضہ اس طرح سمجھ لو کہ جو ماہیت
 قابلیت وجود کی رکھتی ہے اس میں بلاشبہ نور وجود کے حدوث کا سبب ہی
 جو آتی ہے اور اس کو فیض اور فیضان سے تعبیر کرتے ہیں -

فصل قیل کہ قد ذکر التسویۃ والنفخ فما الروح وما حقیقۃ وهل هو
 حال فی البدن حلول الماء فی الاناء او حلول العرض فی الجوهر
 ام هو جوهر قائم بنفسه فان کان جوہراً قائماً بنفسه متخیز هو
 ام غیر متخیز وان کان متخیزاً فما مکانہ اہو القلب او الدماغ او
 موضع اخر وان لم تکن متخیزاً فکیف یكون جوہراً غیر متخیز فقال
 هذا سؤال عن سر الروح الذی لم یؤذن لرسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم فی کشفہ لمن لیس اہلاً لہ فان کنت من اہلہ
 فاسمع -

سوال تسویہ اور نفخ کو تو آپ نے بیان فرمایا پس اب فرمائیے کہ روح کیا
 چیز ہے اور اسکی کیا حقیقت ہے آیا وہ بدن میں اس طرح حلول کیے ہوئے
 ہے جیسے پانی برتن میں یا جیسے کوئی عرض کسی جوہر میں مثل سیاہی کے
 کپڑے میں یا وہ کوئی جوہر ہے کہ بنفسہ قائم ہے عرض نہیں - اگر وہ کوئی
 جوہر ہے اور قیام اوس کا بنفسہ ہے تو وہ متخیز ہے یعنی کسی
 مکان میں ہے یا غیر متخیز اگر متخیز ہے تو محل اوس کا قلب ہے
 یا دماغ یا کوئی اور مقام اور اگر متخیز نہیں ہے تو بھلا وہ جوہر
 غیر متخیز کیونکر ہو سکتا ہے -

جواب یہ سوال روح کی حقیقت سے ہر اور حقیقت روح وہ چیز ہے کہ
 نااہل کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسکے بیان اور کشف
 کی اجازت نہ تھی اگر تم اسکے اہل ہو تو ہکو مضائقہ نہیں سنو -

واعلم ان الروح ليس مجسم يحل البدن حلول الماء في الاناء و
 لا هو عرض يحل القلب والدماع حلول السواد في الاسود و
 العلم في العالم بل هو جوهر وليس بعرض لانه يعرف نفسه و
 خالقه ويدر له المعقولات وهذه علوم والعلوم اعراض و
 لو كان موضوعا لعرضه والعلم قائم به لكان قيام العرض
 بالعرض وهذا خلاف المعقول ولان العرض الواحد لا يفيد
 الا واحدا قدام الروح يفيد حكمين متغايرين فانه حين ما يعرف
 خالقه يعرف نفسه فدل على ان الروح ليس بعرض والعرض
 خوب سمجہ لو روح ہرگز جسم نہیں ہے کہ بدن میں اس طرح حلول کیے ہوئے ہو
 جیسے کسی ظرف میں پانی اور نہ وہ عرض ہے کہ قلب اور دماغ میں اس طرح
 حلول کیے ہوئے ہو جیسے کسی سیاہ چیز میں سیاہی اور عالم میں علم بلکہ وہ
 ایک جوہر ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے خالق کو پہچانتی ہے اور معقولات
 کو دریافت کرتی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ چیزیں علوم ہیں اور سب جانتے ہیں
 کہ علم عرض ہے اور اگر روح بھی عرض ہوتی تو قیام عرض بالعرض
 لازم آتا اور یہ بالفاق عقلا محال ہے ایک اور دلیل اس کے جوہر
 ہونیکی یہ ہے کہ عرض واحد جس میں قائم ہوتا ہے اسی کا افادہ کرتا ہے
 اور روح کو ہم دیکھتے ہیں کہ دو متغایر حکم کا افادہ کرتی ہے کیونکہ جب وقت وہ اپنے
 خالق کو پہچانتی ہے اور سبقت اپنے آپ کو بھی جانتی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں
 متغایر حکم ہیں پس صاف ظاہر ہوا کہ وہ عرض نہیں ہے کیونکہ عرض کبھی دو ایسے متغایر
 صفات سے موصوف نہیں ہوتا۔

لا يتصف بهذه الصفات ولا هو جسم لان الجسم قابل
 للقسم والروح لا ينقسم لانه لو انقسم لجازان يقوم بجزء
 منه علم بالشئ الواحد وبالجزء الاخر منه جهل بذلك
 الشئ الواحد بعينه فيكون في حالة واحدة عالما بالشئ
 جاهلا به فيتناقض لانه في محل واحد الا فالسواد والبياض
 في جزئين من العين غير متناقض والعلم والجهل لشئ
 واحد في شخص واحد محال وفي شخصين غير محال ونزل
 على انه واحد وهو بالتفاد العقلية جزء لا يتجزى اى شئ
 لا ينقسم اذ لفظ جزء غير لائق به لان الجزء اضافة الى الكل
 وجسمي نهين ہے کیونکہ جسم قابل قسمت ہوا کرتا ہے اور روح کہی
 منقسم نهين ہوتی اگر وہ منقسم ہو تو جائز ہوگا کہ ایک جز میں ایک
 شئ کا علم ہو اور دوسری جز میں اوسی شے کا جہل ہو اور لازم آئے کہ
 ایک حالت میں روح ایک شئ کی عالم ہی اور اوس سے جاہل ہی اور
 یہ کھلاتنا قضا ہے کیونکہ محل ایک ہی ہاں سیاہی اور سپیدی ایک ہی
 شے کے دو محل میں جیسے آنکھ البتہ متناقض نهين ہے مگر علم اور جہل
 ایک ہی شخص کا ایک محل میں بے شک محال ہے پس صاف ظاہر ہوا
 اور دلیل نے ثابت کر دیا کہ وہ ایک ہی اور تمام عقلا اس پر متفق ہین کہ وہ
 ایک ایسا جز ہے کہ جبکا جز نهين یعنی وہ ایک ایسی شے ہے کہ جو منقسم نهين
 ہو سکتی بلکہ لفظ جز وہی اسکے لئے مناسب نهين ہے کیونکہ جز ایک نسبت ہر کل کی جانب
 اور یہاں کل ہی نهين ملے تو جز دیکھے ہو۔

ولا كل همتا فلا جزء الا ان يراد به ما يريد القائل بقوله
الواحد جزء من العشرة فانك اذا اخذت جميع الاجزاء
التي بها قوام العشرة في كونها عشرة كان الواحد من
جملتها وكذلك اذا اخذت جميع الموجودات او جميع ما
به قوام الانسان فيكون انسانا كان الروح واحداً من جملتها
فاذا فهمت انه شيء لا ينقسم فلا يخلو اما ان يكون متحيزاً
او غير متحيز وباطل ان يكون متحيزاً اذ كل متحيز منقسم
والجزء الذي لا يتجزأ باطل ان يكون منقسماً بادله
هندسية وعقلية اقر بها انه لو فرض جوهر بين جوهرين
بان يهو سكتا ہے کہ اوس کو ایسا جز کہیں جیسا واحد کو عشرہ کا
جز کہتے ہیں کیونکہ جب تم تمامی احبز کو لو گے جن سے عشرہ کی
ہستی ہے تو ضرور ہے کہ اون میں سے ایک واحد بھی ہو گا بے شک
ایسے ہی جمیع موجودات کو لو یا کل اون میں سے ایک واحد بھی ہو گا بے شک
کی ہستی ہو تو روح ہی اون میں سے ایک ضروری ہوگی۔

لكان كل واحد من الطرفين يلقى من الوسط غير ما يلقى الآخر
 فيجوز ان يقوم بالوجه الذي يلقاه هذا الطرف علم و
 بالوجه الاخر جهل فيكون عالما جاهلا في حالة واحدة
 بشئ واحد وكيف لا لو فرض بسط سطح من اجزاء لا يتجزأ
 لكان الوجه الذي يحاذينا و نزاه غير الوجه الاخر
 الذي لا نزاه فان الواحد لا يكون مرئيا و غير مرئي في
 حالة واحدة و لكانت الشمس اذا حاذت احد وجهيه
 استنار بها ذلك الوجه دون الوجه الاخر فاذا ثبت انه
 تو ضرور ہے کہ اس جوہر کا دو نوں طرف ایک دوسرے سے متغایر ہو کیونکہ
 ہر ایک طرف ایک دوسرے جوہر سے ملا ہی پس بخوبی جائز ہے کہ اسی
 جوہر کے ایک طرف علم ہو اور دوسری طرف جہل اور وہ حالت واحد
 میں ایک شئی کا عالم ہی ہو اور اسکا جاہل ہی اور کیون ایسا نہوگا مان لو
 کہ اجزاء لا يتجزأ کی ایک سطح ہمارے سامنے ہی اور بیشک جو جانب اسکا
 ہمارے محاذی ہی اور جسکو ہم دیکھ رہے ہیں وہ بلاشبہ اس جانب کے
 متغایر ہی جو ہم نہیں دیکھتے اور جو ہمارے محاذی نہیں ہی کیونکہ ایک ہی شئی
 حالت واحد میں مرئی اور غیر مرئی ہو نہیں سکتی اور اسوقت بیشک یہ بات ہی
 ہوگی کہ آفتاب اس جز کے جس جانب پر پڑیگا وہی روشن ہوگا اور دکھائی دیگا دوسرا
 جانب کبھی نہیں کھلی دلیل سنات کی ہرگز یہ جز لا يتجزأ نہیں ہی کیونکہ اگر رستا تو منقسم
 کبھی نہیں ہوتا اور یہ تغایر کجالت اس میں کبھی پیدا نہیں ہوتی اصاف ظاہر ہو گیا کہ جب

لا ینقسم وانه لا یتجزأ ثبت انه قائم بنفسه و غیر متجزئ اصلاً
فصل قیل له وما حقیقة هذه الحقیقة وما صفة هذا الجوهر
وما وجه تعلقه بالبدن اهو داخل فيه او خارج عنه او متصل
بہ او منفصل عنه قال رضی اللہ عنہ لاهو داخل ولا هو خارج
ولا هو منفصل ولا متصل لان مصحح الاتصاف بالاتصال و
والانفصال الجسمیة والتجزؤ وقد انتفینا عنہ فانعلق عن
الضدین کما ان الجماد لاهو عالم ولا هو جاهل لان مصحح
العلم والجهل الحیة فاذا انتفت انتفی الضدان فتعلل له
منقسم نہیں ہر اور متجزئ نہیں ہوتا یقیناً قائم بنفسہ ہر اور غیر متجزئ
سوال اس حقیقت کو اور کھولے اور بیان فرمائیے کہ یہ جو ہر جو آپ نے
ثابت کیا کیا چیز ہے اور اسکے بدن میں تعلق کی کیا صورت ہے آیا وہ اس میں
داخل ہے یا اس سے خارج ہے اس سے متصل ہے یا اس سے منفصل۔

جواب نہ وہ داخل ہے اور نہ خارج نہ متصل اور نہ منفصل اور یہ تو ظاہر ہے
کہ اتصال اور انفصال کے ساتھ موصوف ہونے کے لیے تو جسمیہ اور تجزئ
درکار ہے اور ابھی معلوم ہو چکا کہ روح وہ جو ہر ہے جو نہ جسم ہے اور نہ تجزئ
پس یہ دونوں ضدین یعنی اتصال و انفصال اس سے ایسی جدا ہو جیسے کسی
جماد سے جبل و علم جدا ہیں اور اس پر یہ صادق آتا ہے کہ نہ وہ جاہل ہے اور نہ عالم اور یہ
ایسے کہ جبل اور علم کے ساتھ موصوف ہونیکے لیے تو حیات کی ضرورت ہے اور جب
اس جماد سے حیات ہی منتفی ہے تو جو اسکی وجہ سے ہوتے تھے ضرور منتفی ہونگے

ہل ہوں فی جہتہ فقال ہومنزہ عن الحلول فی المجال والاتصال
بالاجسام والاختصاص بالجهات فان كل ذلك صفات الاجسام
واعراضها والروح لیس بجسم ولا عرض فی جسم بل ہومقد^س
عن هذه العوارض -

فقيل له امر منع الرسول عليه السلام عن افتشاء هذا السر و
كشف حقيقة الروح لقوله تعالى قل الروح من امر ربي
فقال لان الافهام لا تحتمل لان الناس قسمان عوام وخواص
اما من غلب على طبعه العامة فهذا لا يقبله ولا يصدق في
صفات الله تعالى فكيف يصدق في حق الروح الانسانية ولهذا
سؤال کیا وہ کسی جہت میں ہے -

جواب کسی محل میں حلول ہونے کسی جسم میں متصل ہونے کسی جہت میں
مختص ہونے سب سے پاک ہے کیونکہ یہ ساری باتیں صفات جسم اور
اعراض اجسام سے ہیں اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ روح نہ جسم ہے اور
نہ کسی جسم کا عرض ہے بلکہ ان ساری صفتوں سے منزہ اور مُبرا۔
سؤال جناب سول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اس فتار را ز اور کشف حقیقت روح سے کیوں
کیے گئے تھے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے کہ امیقدر کہد کہ روح ایک امر ربی ہے۔

جواب ایسے کہ علی العموم سمجھو نگو اسکا تحمل نہیں ہے دنیا میں تم دیکھتے ہو کہ لوگ
دو قسم کے ہیں عوام اور خواص بھلا جن پر عامیت غالب ہوتی ہے وہ
خدا ہی میں ایسے صفات سمجھ نہیں سکتے روح انسانی میں کیونکر تصدیق کرتے

انکرت الکرامیۃ والحیلۃ ومن كانت العامیۃ غلب علیہ ذلک
وجعلوا الالہ جسمًا اذ لم یعقلوا موجودا الا جسمًا مشارا الیہ
ومن ترقی من العامیۃ قلیلا نفی الجسمیۃ وما لطاق ان ینفی
عوارض الجسمیۃ فاثبت الجہۃ وقد ترقی عن ہذہ العامۃ
الاشعریۃ والمعتزلۃ فاشتوا موجودا لا فی جہۃ

فقیل لہ ولم لا یجوز کشف ہذا السر مع ہولاء فقال لانہم
احالوا ان تكون ہذہ الصفات لغير اللہ تعالی فاذا ذکر ہذا
لبعضہم کفر وکفر وقالوا انک تصف نفسك بما هو وصفۃ الالہ
دیکہ لو اکثر کرامیہ اور جنبیہ اور جنبیہ کہ عامیت غالب ہو خداے پاک ہی میں
اس صفت کا انکار کر بیٹھے اور خدا کو ایک جسم سمجھنے لگے اسلئے کہ کوئی ایسا
موجود جو جسم نہ لکھتا ہو اور جسکی جانب اشارہ نہو سکے انکی سمجھ ہی میں
نہ آیا ہاں جنہوں نے کچھ اس عامیت سے ترقی کی انہوں نے جسمیت
کی نفی تو البتہ کی مگر عوارض جسمیت سے نفی کی طاقت اون میں بھی
نہوئی بس خدا کیلئے جہت ثابت کیے اشعریوں اور معتزلیوں نے ہی ترقی کی اسلئے
وہ قائل تھے کہ بیشک وہ ایک ایسی ہستی ہے کہ جہت سے پاک ہے اور موجود ہے۔
سوال ان عامیوں کے ساتھ ان اسرار کا بیان کرنا کیون جائز نہیں ہے

جواب چونکہ ان صفات کو جو روح کے لیے بیان ہوے غیر اللہ کے لیے
محال جانتے ہیں اگر تم ذکر کرو گے تم کو کافر کہینگے اور یوں سمجھینگے کہ جو
صفت خدا کے لیے مخصوص ہے اس سے تم اپنی روح یعنی اپنے آپ کو توصف کرتے ہو

على الخصوص فكانت تدعى الالهية لنفسك -

فقيل له فلم احوالوا ان تكون هذه الصفة لله ولغير الله تعالى ايضا فقال لا نهم قالوا كما يستحيل في ذوات المكان ان يجتمع اثنان في مكان واحد يستحيل ايضا ان يجتمع اثنان في مكان لانه انما استحال اجتماع جسمين في مكان واحد لانه لو اجتمع لم يميزا حدهما عن الآخر فكذا لو وجد اثنان كل واحد منهما ليس في مكان فبم يحصل التميز والعرفان ولهذا ايضا قالوا لا يجتمع سوادان في محل واحد حتى قيل المثلون متضادان

تو گویا اپنے لیے خدائی کا دعوے کرتے ہو

سوال اچھا تو وہ لوگ کیوں محال سمجھتے ہیں کہ یہ صفات خدا کے ہی ہوں اور غیر خدا جیسے روح اوسکے ہی ہوں -

جواب جس طرح کسی مکان میں رہنے والی چیز کی نسبت وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ دو چیزیں مکان واحد میں نہیں ہو سکتیں ایسی وہ یہ بھی محال سمجھتے ہیں کہ دو چیزیں کسی لامکان میں مجتمع ہوں کیونکہ پہلی صوت میں دو جسموں کو مکان واحد میں ایسلے نہیں مانتے تھے کہ اگر ایسا ہوگا تو تمیز جاتا رہیگا اور وہ دونوں ایک دوسرے سے ممتاز نہ ہو سکیں گے علی ہذا اگر دو چیزیں کسی لامکان میں پائی جائیں یعنی دو چیزیں ایسی ہوں کہ دونوں میں سے کسی کے لیے مکان درکار نہ ہو تو وہی خرابی ہوگی کہ تمیز اور عرفان جاتا رہیگا ایسلے تو وہ لوگ بھی کہتے ہیں سواد محل واحد میں جمع نہیں ہو سکتے بلکہ مثل فی الحقیقہ متضاد ہیں کیونکہ محل در ہو گیا ایک یا گویا تجدد امثال کے قائل ہیں -

فقیل هذا اشكال قوى فما جوابه

جوابہ انہم اخطأوا حيث ظنوا ان التميز لا يحصل الا بالمكان بل يحصل التميز بثلاثة امور احدها بالمكان كجسمين في مكانين والثاني بالزمان كسوادين في جوهر واحد في زمانين والثالث بالحد والحقيقة كالاعراض المختلفة في محل واحد مثل اللون والطعم والبرودة والرطوبة في جسم واحد فان المحل لها واحد والزمان واحد ولكن هذه معان مختلفة الذوات بعدودها وحقائقها فتميز اللون عن الطعم بذاته لا بمكان و زمان و يتميز العلم عن القدرة والارادة بذاته وان كان الجميع سؤال یہ اعتراض تو بہت قوی ہے پہرا سا جواب کیا ہے۔

جواب اون لوگوں نے فاش غلطی کی ہے جو یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ تمیز مکان ہی سے حاصل ہوتی ہے بلکہ سمجھ رکھو کہ تمیز تین طرح سے ہوتی ہے مکان سے جیسے دو جسم دو مکانوں میں متمیز ہوتے ہیں اور دوسرے زمان سے جیسے کسی جوہر واحد میں دو سواد دو زمانہ میں ہوں تو ضرور متمیز ہونگے تیسرے بیان تعریف اور حقیقت سے بھی چیزیں متمیز ہو جاتی ہیں جیسے کسی خاص جسم واحد پر زمانہ واحد میں اعراض مختلفہ جیسے لون طعم برودت رطوبت صرف حدود اور حقیقت کے بیان سے متمیز ہوتے ہیں ورنہ محل ایک ہے اور زمانہ بھی ایک ہی ہے پس ان چیزوں کی تمیز بذاتہ ہے علی ہذا علم قدرت ارادہ ان سب میں بھی تمیز بذاتہ ہی یعنی بوجہ بیان حدیفہ تعریف اور حقیقت کے ورنہ کل

شیء واحدًا فاذا تصور الصور اعراض مختلفة الحقائق فبان يتصور
اشياء مختلفة الحقائق بذواتها في غير مكان اولی۔

فصل فقیل ہذا دلیل اخر علی احالة ما ذکرتموه الہر من طلب
التفرقة وهو ان هذا تشبیہ واثبات لاخص وصف الله تعالی
فی حق الروح فقال هیئات فان قولنا الانسان حی عالم قادری
سمیع بصیر متکلم وانه تعالی کذلک لیس فیہ تشبیہ لانه لیس
خلک اخص الوصف فکذلک البراءة عن المكان والجهة
لیس اخص وصف الاله بل اخص وصفه انه قیوم ای هو قائم بذاتہ
ایک چیز ہیں پس جب اعراض مختلف الحقائق تصور ہوتے اور متمیز ہو جاتی ہیں اشیاء
مختلف الحقیقہ ہی اگرچہ کسی مکان میں نہون بذاتہما تصور اور متمیز بطریق اولی ہونگے
سوال اسجگہ ایک اور دلیل ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ روح کی تعریف جو آئینے کی ہر وہ مجال ہے
اور پہلی تقریر جو تفرقہ اور تمیز کے متعلق تھی اور جبکہ آپنے جواب دیا اس سے یہ دلیل کہیں صاف
ہو اور وہ یہ ہے کہ روح کو ایسا کہنا تو بعینہ روح کے لیے اس صفت کو ثابت کرنا جو
خداوند تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے اور گویا یہ پوری تشبیہ خداوند جل و علا کے ساتھ ہے۔
جواب افسوس کہ تم نے کچھ نہیں سمجھا بھلا کیا انسان کے لیے یہ کہنا کہ حی عالم
قادری سمیع بصیر متکلم ہے حالانکہ یہ صفات خدا کے ہیں تشبیہ ہی ہرگز نہیں
یہ کیوں اس لیے کہ یہ چیزیں خدا کی خاص صفتیں نہیں ہیں اس طرح مکان اور جہت سے
بری ہونا ہی خدا کی خاص صفت نہیں بلکہ خوب سمجھ رکھو کہ خاص صفت اسکی جس میں
کوئی شریک نہیں وہ اسکا قیوم ہونا ہی یعنی یہ کہ وہ بذاتہ قائم اور بذاتہ موجود ہے

وکل ما سواہ قائم بہ وانہ موجود بذاتہ لا بغيرہ فکل ما سواہ
موجود بہ لا بذاتہ بل لیس للاشیاء من ذواتہا الا العدم وانما
لہا الوجود من غیرہا علی سبیل العاریۃ والوجود لله تعالى
ذاتی لیس بمستعار وھذا الحقیقۃ اعنی القیومیۃ لیس الا للہ -
فقیل لہ ذکرت معنی التسویۃ والنفع والروح ولمرتد کر معنی
النسبۃ فی الروح وانہ لیم قال من سر وحی ولم نسب الی نفسہ
فان کان لان وجودہ بہ مجمع الاشیاء ایضا کذلک وقد نسب
البشر الی الذین فقال خالق بشرنا من طین ثمر قال فاذا سوتہ
اور ما سوا جتنے ہیں سب اوس خدا کے وجہ سے قائم ہیں اور اوس خدا
کے وجود بخشنے سے موجود ہیں اور بذاتہ موجود اور قائم نہیں ہیں
بلکہ فی الحقیقت یہ ہے کہ بذاتہ کل اشیا کو عدم ہے ہاں اوس کے
لیے وجود اون کے غیر یعنی خدا سے بطور عاریت ملا ہوا ہے البتہ
اسد تعالیٰ کا وجود ذاتی ہے کسی دوسرے سے مستعار نہیں ہے
اور یہ حقیقت یعنی قیومیت اسد پاک کے سوا کسی کو نہیں۔

سوال آپ نے تسویۃ نفع اور روح سب کے معنی اور حقیقت بیان کیے مگر
آپ نے اس نسبت کو بیان کیا کہ خدا نے کیوں فرمایا من روحی اور کیوں اسکو
اپنی جانب نسبت کیا اگر اسوجہ سے کہ روح کا وجود خدا کے سبب ہے تو سب اشیا
کا یہی حال ہے کہ اسکا وجود خدا ہی کی طرف سے ہے ابھی اسی کلام میں بشر کو طین کی جانب منسوب کیا
اور فرمایا کہ من بشر کو مٹی سے بنا ہوا لاہون اور ابھی فرمایا کہ جب میں نے اسکا تسویۃ کیا

و نفخت فیہ من روحی وان کان معناه انه جزء من الله تعالى
فاض على القلب كما يفيض المال على السائل فيقول فاضت
عليه من مالي فهذه تجزية لذات الله وقد ابطم هذا وذكرتم
ان افاضته ليست بمعنى انفصال جزء منه

فقال هذا كقول الشمس لو نطغت وقالت افضت على
الارض نوری فيكون صدقا ويكون معنى النسبة ان النور
الحاصل من جنس نور الشمس بوجه من الوجوه وان كان في
غاية الضعف بالاضافة الى نور الشمس وقد عرفت ان الروح

منزهة عن الجهة والمكان وفي قوته العلم لجميع الاشياء و
اور اسکو ٹھیک کیا تو اپنی روح اوس میں ہوئی اس کے کیا معنی ہیں اور اگر یہ
مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز قلب انسانی پر ہوئی جیسا کسی دینے
والے کا مال سائل پر فاض ہوتا ہے اور وہ کتنا ہے میں نے اپنے مال کا
اوپر فیضان کیا تو یہ صریح ذات باری میں تجزیہ ہے اور ابھی آپ نے اسکو
باطل کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ خدا سے فیضان اور افاضہ بعضی انفصال جزئی نہیں ہوتا
جواب یہ ٹھیک ایسی ہی کہ اگر مثلاً آفتاب بولے اور کہے کہ میں نے زمین پر
اپنے نور سے افاضہ کیا ہے تو کلام ضرور سچ ہوگا اور اس نسبت کے یقینی یہی
معنی ہون گے کہ زمین جس میں اگرچہ بہت ہی غایت ضعیف نور ہے
مگر ہوا کی طرح نہ تھی اس لیے اس مناسبت سے نور شمس نے اس پر فیضان نور
کیا پس بیان بھی سمجھ لو کہ روح کو تم مجھ کے ہونکا اور حجت منزهہ ہر جمیع اشیا کا علم ہونا

والاطلاع علیہا وھذہ مضاہات و مناسبتہ فلذلک خص بالاضافۃ
وھذہ المضاہات لیست للجسمانیات اصلا

فقیل لہ فامعنی قولہ تعالیٰ قل الروح من امر ربی و ما
معنی عالم الامر و عالم الخلق

فقال کل ما یقع علیہ مساحتہ و تقدیر و ھو عالم الاجسام و
عوارضھا یقال انہ من عالم الخلق و خلق ھمنا بمعنی التقدير
لا بمعنی الایجاد والاحداث یقال خلق الشیخ ای قدسہ قال
الشاعر ولانت تفری ما خلقت و بعض القوم یخلق ثم لا یرئی
جمیع اشیا پر مطلع ہونا او سکے قوت میں موجود ہے اگرچہ ذات خداوندی
سے کوئی نسبت نہیں مگر دوسرے جسمانیات میں یہ بات مطلق نہیں ہے
پس اس نسبت سے اوسپر فیضان ہوا اور اوسکو اپنی طرف مضاف کیا۔

سوال خیر اب فرمائیے کہ قل الروح من امر ربی کے کیا معنی ہیں عالم امر اور
عالم خلق کا کیا مطلب ہے۔

جواب عالم اجسام یا اوسکے عوارض سے اگر کوئی شے ہے اور اوسپر
مساحت و پیمائش، تقدیر (اندازہ) کا اطلاق ہو سکتا ہے تو کہتے ہیں
کہ یہ عالم خلق سے ہے بیان خلق بعضے ایجاد اور احداث نہیں ہے بلکہ
بعضے تقدیر یعنی اندازہ کے ہے عرب میں بولتے ہیں خلق الشیء
اندازہ کیا شئی کو شاعر کہتا ہے اور بے شک تو قطع کرتا ہے جس کو
نوا اندازہ کرتا ہے اور بعض لوگ قوم کے ایسے ہیں کہ اندازہ تو کرتے ہیں

ای تقدیر تم تقطع الادیم وما لا کمية له ولا تقدیر فیقال انه
امر ربانی وذلک للمضاہاة التي ذکرناها وکل ما هو من هذا
الجنس من ارواح البشر و ارواح الملائكة یقال انه من
عالم الامر فعالم الامر عبارة عن الموجودات الخارجة عن المحر
والخیال والجهة والمكان وللتحیز وهو ما لا تدخل تحت
المساحة والتقدیر لا نقاء الکمية عنه

فقیل له اتوهم ان الروح لیس مخلوقا وان کان كذلك
فهو قد لیم

فقال قد توهم هذا جما غفیر وهو جهل بدیل نقول
لیکن قطع نہیں کرتے ہاں اور وہ چیز جسمین مقدار نہیں اور نہ اوس کے لیے
اندازہ ہے اوس کو کہتے ہیں کہ بہ امر ربانی ہے اور یہ نسبت بوجہ
اوسے مناسبت کے ہے جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے جتنی چیزیں
اس جنس کی ہیں جیسے ارواح بشر ارواح ملائکہ اوس کو عالم امر
کہتے ہیں پس سمجھ لو کہ عالم امر عبارت ہے اوس موجودات سے
جو حس اور خیال اور حجت و مکان اور تحیز سے منزہ ہو اور
چونکہ اوس میں کمیت یعنی مقدار نہیں ہے اس لیے مساحتہ اور تقدیر
کے تحت میں وہ نہیں ہے اور عالم خلق سے نہیں ہے

سوال کیا آپ کا خیال ہے کہ روح مخلوق نہیں ہے اور اگر ایسا ہے تو وہ قدیم ہے
جواب روح کا غیر مخلوق ہوا اگرچہ ایک عتہ خیال کیا ہے مگر یہ نزدیکیت جملہ ہا ہم بھی کہتے ہیں

ان الروح غیر مخلوق بمعنی انه غیر مقدر بکیۃ ولا مساحة و
 انه لا ینقسم ولا یتحیز و نقول انه مخلوق لکنہ بمعنی انه حادث
 و لیس بقدر یم و برهان حدوثہ طویل و مقدمانہ کثیرہ
 و لکن الحق ان الروح البشریۃ حدثت عند استعداد
 النطفۃ للقبول کما حدثت الصورۃ فی المرآۃ بعد وث
 الصقالیۃ و ان كانت الصورۃ سابقۃ الوجود علی الصقالۃ
 و ایجاد هذا البرهان انه ان كانت الارواح موجودۃ قبل
 الابدان لكانت اکثرۃ او واحدۃ و باطل و حدوثها کثرتھا باطل و وجودھا
 کہ روح غیر مخلوق ہے مگر اس معنی میں کہ وہ پیدائش اور اندازہ کی چیز
 نہیں ہے اور اسی لیے وہ منقسم اور متجز نہیں ہے اور پھر بھی ہم کہتے ہیں کہ
 وہ مخلوق ہے اس معنی میں کہ وہ حادث ہے قدیم نہیں ہے اس کے حدوث کے
 دلائل بہت طویل ہیں اور اس کے مقدمات بھی بہت ہی ہیں مگر حق
 یہی ہے کہ جب نطفہ میں استعداد اور قبولیت روح کی ہو جاتی ہے اسی
 وقت روح حادث ہوتی ہے ٹھیک جیسے کوئی صورت ہو کہ اگرچہ
 وہ قبل سے موجود ہے مگر آئینہ میں اسی وقت حادث ہوگی جس وقت
 اس میں جلا ہوگا یعنی اس میں قابلیت منقش ہونے صورت کی
 ہوگی اور اس طرح سے دلیل خوب سمجھ میں آجائیگی کہ ارواح اگر ابدان
 کے قبل سے موجود ہونگے تو دو حال سے خالی نہیں یا بہت ہونگے یا ایک اور انکی
 کثرت اور انکی وحدت دونوں باطل ہیں پس لامحالہ انکا وجود ہی باطل ہوگا۔

وانما استحال وحدتها بعد التعلق بالابدان لعلمنا ضرورة بان ما
 يعلمه سزید يجوز ان مجهولہ عمرہ ولو كان الجوهرا عاقل منهما واحداً
 لا استحال اجتماع المتضادين فيكما في سزید وحده ونعني بالجوهرا
 العاقل الروح ومحال كثرتها لان الواحد محال ان لا يتقسم ولا ينقسم
 اذا كان ذا مقدار كالاجسام فالجسم ينقسم فانه ذو مقدار
 وذو بعض فيتبع بعض اما لا بعض له ولا مقدار فكيف ينقسم
 واما تعدد كثرتها قبل التعلق بالبدن فمحال لانها اما ان تكون
 بدن كالتعلق في بعد اسكي وحدت تويون محال ہے کہ ہم بالبدانہ جاتے ہیں
 کہ جو سزید جانتا ہو بخوبی جائز ہے کہ عمر اوس سے جاہل محض ہو اور ان
 دونوں کا جو ہر عاقل ایک ہوتا تو یہ اجتماع ضدین کہی نہیں ہوتا
 جیسا کہ زید میں اکیلے یہ بات ہرگز نہیں بیان جو ہر عاقل ہماری
 مراد وہی روح ہے ہاں اور اسکی کثرت بھی باطل ہے کیونکہ واحد
 اگر دو مقدار ہے تو محال ہے کہ تثنیہ نہ ہو یعنی وہ دو حصہ نہ ہو سکے
 اور علی ہذا وہ منقسم نہ ہو یعنی چند حصے اس کے نہ ہو سکیں جیسے کہ
 اجسام کو ہم دیکھتے ہیں پس یہ بات ٹھہر گئی کہ جسم چونکہ دو مقدار
 اور ذوا باعاض ہے اسلیے منقسم ہوتا ہے اگر روح میں بھی مان لیں تو
 جو چیز ذو مقدار اور ذوا باعاض نہیں ہے اوس کا منقسم ہونا لازم آگیا
 اور یہ ہو نہیں سکتا پس ثابت ہوا کہ اس میں کثرت نہیں ہرگز ضرور منقسم
 ہوتی اب ہی اسکی کثرت قبل تعلق بالبدن تو سمجھ لو کہ یہ بھی محال ہے کیونکہ دو حال سے

متماثلہ او مختلفہ وکل ذلک محال وانما استحال لتماثل لان وجود
 المتماثلین محال فی الاصل ولہذا یستحیل وجود سوادین فی محل
 و جسمین فی مکان واحد لان الاثنين یستدعی مغایرة ولا مغایرة
 ہما وسوادان فی محلین جائز لان ہذا یفارق ذلک فی المحل
 اذا اختص بمحل لا یختص بہ الآخر وکل ذلک یجوز فی محل واحد فی
 زمانین اذ ہذا وصف لیس للآخر وهو الاقتران بمذا الزمان
 الخاص فلیس فی الوجود مثلاً مطلقاً بل بالاضافة کقولنا
 سید و عمر ہما مثلاً فی الانسانیة والجسمیة وسواد البحر
 خالی نہیں یا وہ متماثل ہوگی یا مختلف اور یہ دونوں محال ہے متماثل ہونا
 تو یوں محال ہے کہ دو مثل کا وجود ہی فی بحقیقت محال ہے اور اسی لیے
 تو دو سواد کا وجود ایک محل میں اور دو جسم کا وجود ایک مکان میں محال ہی
 کیونکہ دو ہونا مغایرت کو چاہتے ہیں اور یہاں مغایرت نہیں رہتی ہے اور دو
 سواد کو دو محل میں ہونا سمین یہ بات نہیں ہے اور یہ جائز ہے اس لیے کہ
 ایک دوسرے سے متمایز ہے ایک ایک محل کے ساتھ مختص ہے اور دوسرے کے ساتھ بلکہ
 دو سواد ایک ہی محل میں دو زمانہ میں لیے جائیں تو بھی جائز ہو سکتا ہے کیونکہ ایک کیلئے
 ایک صف خاص ہے جو دوسرے کے لیے نہیں ہے اور وہ وصف کیا ہے اختصاصاً بزمان اور
 دو زمانوں کی وجہ سے امتیاز اور تغایر بخوبی معلوم ہوتا ہے اب تم بخوبی سمجھ گئے ہو گے کہ
 دو مثل کا جو کسبیطر سے نہیں ہو سکتا البتہ اگر مثلیت بالاضافة اور نسبت ہو تو ہو سکتا ہے
 اہم کہ میں کہ زید اور عمر دونوں مثل ہیں کس میں انسانیت اور جسمیت میں اور سیاہی دوات

والغراب مثلاً في السوادية ومحال تغايرها لان التغاير
نوعان احدهما باختلاف النوع والماهية كتغاير الماء
والنار وتغاير السواد والبياض والثاني بالعوارض التي
لا تدخل في الماهية كتغاير الماء الحار والماء البارد =

فان كان تغاير الارواح البشرية بالنوع والماهية فحال لان
الارواح البشرية متفقة بالحد والحقيقة وهي نوع واحد
وان كانت مغايرة بالعوارض فحال ايضا لان الحقيقة الواحدة
انما يتغاير عوارضها اذا كانت متعلقة بالاجسام منسوبة اليها
كي اوركوايه دونون هي مثل بين كس مين سياهي مين -

اب جب تامل كا حال معلوم هو چكا تو سمجھ لو كہ تغاير هي محال ہے كيونكہ تغاير
كي دو صورتين بين ايک تو اختلاف نوع اور ماهيت دونون هو
جيسے تغاير پانی اور آگ كي اور تغاير سیاہی اور سپیدی كي
اور دوسری صرف اختلاف عوارض جو ماهيت مين داخل نهو جيسے
تغاير پانی حار اور پانی بارو كا - اگر تغاير ارواح بشریہ نوع اور
ماهيت مين لين تو محال ہے كيونكہ سارے ارواح بشریہ حد اور
حقيقت مين متحد بين اور سب ايک ماهيت اور نوع بين

اگر یہ ارواح بشریہ متغایر بالعوارض ہوں جو دوسری قسم تغایر
کی ہی تو یہ بھی محال ہی کیونکہ حقیقت واحدہ کے عوارض اوسے وقت
متغایر ہوں گے جب کسی قسم سے متعلق جسم اور منسوب بجانب جسم ہوں گے

بنوع ما اذا الاختلاف في اجزاء الجسم ضرورة ولو في القرب
من السماء والبعد عنها مثلاً ما اذا المرئيين كذلك كان الاختلاف
محالاً وهذا ربما يحتاجون في تحقيقه الى مزيد نقد ير الكن
هذا القدر بينه عليه

فقتل له كيف يكون حال الارواح بعد مفارقة الاجساد و
لا تعلق لها بالاجسام فكيف تكثرت وتغايرت
فقال لانها اكتسبت بعد التعليق بالابدان اوصافاً مختلفة
من العلم والجهل والصفاء والكدر وحسن الاخلاق
وقبحها فنبعت منها متغايرة فتعلقت كثرتها باختلاف
ما قبل الاجساد فانه لا سبب لتغايرها -

کیونکہ اجزاء جسم میں تغایر ضروری ہے اگرچہ آسمان کے قریب بعد ہی کے لحاظ سے ہی
اور جتنا جیسے انہوں نے ایک اختلاف محال ہے اگرچہ اسکی تحقیقات کے لیے اس سے
زائد کی ضرورت ہے مگر اس قدر ہی اتنا ہے کہ جس سے وقفیت ہو سکتی ہے
سوال اجساد کی مفارقت کے بعد ارواح کا کیا حال ہوگا اور حالانکہ اب اسکو
تعلق اجسام سے نہیں ہے پر کیونکہ وہ کثیر بھی ہونگے اور متغایر بھی -

جواب ان ارواح نے بوجہ تعلق ابدان کے اوصاف مختلفہ حاصل کر لیے ہیں
جسے علم اور جہل اور صفائی اور کدورت اور حسن اخلاق اور اسکا خلاف خباثت
وغیرہ اب اس کتاب کے لیے انکی کثرت اور انکا تغایر قائم رہے گا بخلاف قبل
تعلق بالابدان کے کیونکہ اسوقت سبب نہ تھا -

فضل فقیل له ما معنی قوله علیہ السلام ان الله خلق ادم علی
 صورته وروی علی صورۃ الرحمن فقال الصورة اسم
 مشترك قد یطلق علی ترتیب الاشکال و وضع بعضہا من بعض
 واختلاف ترکیبہا وھی الصورة المحسوسۃ وقد یطلق علی
 ترتیب المعانی التي لیست محسوسۃ بل للمعانی ترتیب ایضا و
 ترکیب و تناسب و لیس فی ذلک صورۃ فیقال صورۃ المسئلۃ
 کذا وکذا وصورۃ الواقعه وصورۃ المسئلۃ الحسابیۃ والعقلیۃ
 کذا والمراد بالتسویۃ فی هذه الصورة هی الصورة المعنویۃ
 سوال اگر روح کی یہی تحقیق ہو جو آپ نے بیان فرمائی تو اس حدیث کے کیا
 معنی ہیں کہ خدا نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا یا یہ کہ آدم خدا کے
 رحمن کی صورت پر بنایا گیا ہے۔

جواب یاد رکھو صورت کا لفظ مشترک ہے کبھی شکلون کی ترتیب اور ایک
 خاص وضع پر اس کا ہونا اور انکی ترکیبوں میں اختلاف ہونا اسپر بولا جاتا ہے
 جیسے کہ جتنی صورتیں محسوس ہم لوگ دیکھتے ہیں اور کبھی معانی کے خاص ترتیب
 پر اگرچہ وہ محسوس نہیں ہے صورت کا لفظ بولا جاتا ہے یاد رکھو کہ
 معانی کے بھی ترتیب اور ترکیب اور تناسب ہوا کرتے ہیں اور اسکو
 صورت کہتے ہیں جیسے بولتے ہیں صورت مسئلہ کی یونہی اور ایسی ہی اور صورت
 فلان واقعہ کی یونہی اور فلان مسئلہ حسابیہ اور عقلیہ کی یونہی صورت
 ہے اس صورت میں بھی سمجھ لو کہ تسویہ اسکا وہی صورت معنویہ ہے

والاشارة به الى المضاهاة التي ذكرناها ويرجع ذلك الى الذات
والصفات والافعال فحقيقة ذات الروح انه قائم بنفسه ليس
بعرض ولا بجسم ولا جوهر متخيز ولا يحل المكان والجهة ولا هو
متصل بالبدن والعالم ولا هو منفصل ولا هو داخل في اجسام
العالم والبدن ولا هو خارج وهذا كله في حقيقة ذات الله
تعالى واما الصفات فقد خلق حيا عالما قادرا امريدا سميعا
بصيرا متكلما والله تعالى كذلك واما الافعال فمبدء فعل
الادمي ارادة يظهر اثرها في القلب اولا فيسرى منه اثر بواسطة
الروح الحيواني الذي هو بخار لطيف في تجويف القلب فيتصاعق
جو محسوسه نمين اور بيان بهی وہی مناسب ہے جس کا اشارہ میں نے پہلے
کیا ہے کہ بغیر اسکے فیضان نمين ہو سکتا اور یہ مناسب بیان ذات صفات
افعال تینوں میں ہے تم جان چکے ہو کہ حقیقت ذات روح کی کیا ہے کہ وہ
قائم بنفسہ ہے نہ وہ عرض ہے نہ وہ جسم ہے نہ ایسا جو ہر ہے جو متخیز ہو نہ وہ مکان
میں حلول کیے ہوئے ہے نہ جہت میں نہ وہ عالم یا بدن میں متصل اور نہ وہ ان سے منفصل ہے
نہ وہ عالم یا بدن میں داخل ہے اور نہ اوس سے خارج اور یہ ساری باتیں ذات
باری تعالیٰ میں موجود ہیں اب صفات کو دیکھو کہ روح حی ہے عالم ہے قادر ہے
مرید ہے سمیع ہے بصیر ہے متکلم ہے اور اس درجہ شانہ کی بھی یہ سب صفتیں ہیں اب ذرا
افعال پر غور کرو کہ آدمی کے فعل کا مبداء کیا ہے ارادہ جس کا اثر پہلے قلب میں ظاہر ہوتا ہے
اور بواسطہ روح حیوانی کے جو بخارات لطیفہ کا نام ہے قلب کے تمام جوف میں سرایت کرتا ہے

فيتصاعد منه الى الدماغ ثوريسرى منه اثر الى الاعصاب الخارجة
 من الدماغ ومن الاعصاب الى الاوتار والرباطات المتعلقة
 بالعضل فيجذب الاوتار فتحرك بها الاصابع ويحرك بالاصابع
 القلم والقلم الملامد مثلاً فيحدث منه صورة ما يريد كنية على وجه
 القسطاس على الوجه المتصور في خزانة الخيال فانه ما لم يتصور
 في حالة صورة المكتوب اولا لا يمكن احداثه على البياض ثانياً
 ومن استقراً افعال الله تعالى وكيفية احداثه النبات والحيوان
 على الارض بواسطة تحريك السموات والكواكب وذلك
 اوراوس سے دماغ کی جانب متصاعد ہوتا ہے اور وہاں سے اسکا اثر
 اون اعصابون میں سرايت کرتا ہے جو دماغ سے نکلے ہوئے ہيں اور
 پھر اون اعصابون سے اون عروق اور رباطات میں پہونچتا ہے
 جو پٹھون سے متعلق ہيں اور جب رگ اون کو جذب کر لیتا ہے تو
 انگلیان حرکت کرنے لگتی ہيں اور اس کے واسطے ہر قلم ہی حرکت میں آتا ہی
 اور ہر اس سے سیاہی میں ہی حرکت پیدا ہوتی ہی پھر صورت پیدا
 ہونے لگتی ہے جبکہ کہنہ کا ارادہ کاغذ پر ہوتا ہے مطابق اسی صورت
 کے جو ہمارے خزانہ خیال میں متصور ہتی کیونکہ پہلے جب تک مکتوب
 کی صورت خزانہ خیال میں متصور نہوے کاغذ پر اسکا کیونکر احداث ہو سکتا ہی
 خوب یاد رکھو کہ جس نے خداوند تعالیٰ کے افعال کا کھوج لگایا اور
 اسپر غور کیا اور آسمان اور کواکب کی تاثیرات پر ایک غائر نگاہ ڈالی اور

بطاعة الملائكة له في تحريك السموات علم ان التصرف والادھی
 فی عالمه اعنی یدنه یشبه تصرف الخالق فی العالم الاکبر
 وهو مثله وینکشف له ان نسبة شکل القلب الی تصرفه
 نسبة العرش ونسبة الدماغ نسبة الكرسي والحواس
 كالملائكة الذین یطیعون الله طبعاً ولا یستطیعون خلافه
 والاعصاب كالسموات والقدره فی الاصابع كالطبیعة للنبیة
 المركوزة فی الاجسام والقرطاس والملا دكالعناصر السقی
 اوس من ملائكة الاهی جو بمنزله قوے کے ہن اون کے تحریکات پر
 تفحص کیا اور کیفیت احداث وایجاد نباتات اور حیوانات کو اس دنیا
 میں سوچا وہ بے شک جان لے گا کہ آدمی کا تصرف اپنے عالم
 یعنی بدن میں ٹھیک ایسی ہی ہے جیسے خداوند جل وعلا کا تصرف اس
 بڑے عالم یعنی دنیا میں اور اس غور و تامل کا یہ نتیجہ ہو گا کہ اوسپر یہ
 بات واضح ہو جائیگی کہ آدمی کی اپنے قلب کے تصرف کی وہی حالت ہے
 جو خدا کی اپنے عرش کے تصرف میں ہے اور دماغ کی جیسے کرسی کی
 اور حواس کی مثال ملائکہ کی ہے کہ وہ بالطبع اوس مالک الملک کے
 مطیع ہیں اور اوس کے خلاف نہیں کر سکتے جیسے ہمارے یہ حواس
 ہاں اور اعضا اور اوس کے رگ و پچھے مثل آسمان کے ہیں
 اور انگلیوں میں جو قوت ہے وہ بمنزله اس خاصیت یا طبیعت کے ہے
 جو ہر ایک جسم میں خالق لئے رکھی ہو اور کاغذ و قلم اور سیاہی مثل عناصر کے ہیں جو

هي امهات المركبات في قبول الجمع والتركيب والتفرقة ومرة
 التحيل كاللوح المحفوظ فمن اطلع بالحقيقة على هذه الموازنة
 عرف معنى قوله عليه السلام ان الله تعالى خلق ادم على
 صورته ومعرفته ترتيب افعال الله تعالى معرفة غامضة
 يحتاج فيها الى تحصيل علوم كثيرة وما ذكرناه اشارة الى جملة منها
 فقيل له فما معنى قوله عليه السلام من عرف نفسه فقد عرف ربه
 فقال لان الاشياء تعرف بالامثلة المناسبة ولولا المضاهاة
 المذكورة لم يقدر الانسان على الترقى من معرفة نفسه الى
 اشیاء کی اصل بین اور جن سے جمع و ترکیب و تفرقہ ظہور پذیر ہوتا ہے
 اور آئینہ خیال کی مثال بجنسہ لوح محفوظ کی ہے اب جس نے اس مقابلہ اور
 موازنہ کی حقیقت سمجھ لی وہ بے شک سمجھ جائے گا کہ حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ
 والسلام کے قول خلق آدم علی صورۃ کے کیا معنی ہیں خداوند تعالیٰ کے افعال کی حقیقت
 اور اسکے اسرار کی معرفت اگرچہ بہت دقیق اور باریک درباریک ہیں اور اسمیں بہت سے
 علوم کی ضرورت پڑتی ہے مگر جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اجمالی اشارہ تمام باتوں کی طرف ہے
 سوال اچھا تو اب یہ فرمائیے کہ حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس قول
 کا کیا مطلب ہے کہ جس نے اپنے نفس کو پہچانا او سنے اپنے رب کو پہچانا۔
 جواب خوب یاد رکھو کہ چیزیں مثال مناسب سے جانی جاتی ہیں اور
 جو مناسب انسان میں اور اس کے خالق میں معنی اوپر بتائی ہے اگر یہ
 موافقت اور مناسبت نہ لیجائے تو کبھی آدمی اپنے نفس کی پہچان سے

معرفة الخالق فلو لا ان الله تعالى جمع في الادي ما هو مثال
 جملة العالم حتى كانه نسخة مختصرة من العالم وكانه سرب
 في عالمه متصرف لما عرف العالم والتصرف والربوبية
 والعقل والقدرة والعلم وسائر الصفات الالهية فصارت
 النفس بمضاهاتها ومواسر ذاتها مراقبة الى معرفة خالق
 النفس وفي استكمال المعرفة بالمسالة التي قبل هذه ما
 يكشف الغطاء عن وجه هذه المسألة

فقل له ان كانت الارواح حادثة مع الاجساد فما معنى قوله
 عليه السلام خلق الله الارواح قبل الاجساد بالفى عام و
 اپنے خالق کو نہیں پہچان سکتا سمجھ لو کہ اگر خداوند تعالیٰ انسان میں جملہ وہ چیزیں جو عالم
 میں جمع نکرتا اور اسکو ایک نسخہ مختصرہ عالم کا یعنی گویا عالم صغیر بناتا اور اپنے اس عالم کا
 اسکو رب اور متصرف نہ قرار دیتا کہی انسان نہ تو اس بڑے عالم اور اس میں تصرف
 کر نہ والے رب صاحب عقل اور قدرت و علم کو جانتا اور نہ کسی صفات الہیہ سے
 واقف ہوتا پس نفس اسی مناسبت اور موافقت سے خالق نفس کی معرفت کا
 ایک زمینہ ہے اور ہم نے جو مسئلہ اوپر نہایت واضح طور سے بتا دیا ہے جب تک
 اسکی معرفت نہوگی اس مسئلہ کی بھی حقیقت جیسا چاہیے نہ کھلے گی۔

سوال اگر ارواح اجساد کے ساتھ حادث ہوئے ہیں تو پھر اس حدیث
 کے کیا معنی ہیں جس میں ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 کہ خدا نے ارواح کو دو ہزار برس قبل اجساد کے پیدا کیا اور

قوله عليه السلام انا اول الانبياء خلقا واخرهم بعثا وقوله كنت
نبيا وادم بين الماء والطين

فقال ليس في هذا ما يدل على قدم الروح بل يدل على حدوثه
وكونه مخلوقا نعم ربما دل ظاهره على تقدم وجوده على الجسد و
اصل الطواهر هي فان تاويلها ممكن والبرهان القاطع لا يدرك
بالطواهر بل يسلط على تاويل الطواهر كما في طواهر التشبيه في
حق الله تعالى اما قوله عليه السلام خلق الله الارواح قبل الاجساد
دوسری حدیث میں فرمایا کہ میں پیدائش میں تو سب انبیاءوں کے پہلے ہوں مگر
مبعوث ہونے میں سب کے پیچھے ہوں اور تیسری حدیث میں فرمایا کہ میں نبی
تھا اور آدم ہنوز پانی اور کیچڑ کے درمیان تھے۔

جواب اس حدیث میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے روح کا قدیم ہونا
معلوم ہو بلکہ اس میں تو صریح روح کے حادث ہونے کا بیان ہے اور صاف
اسکا مخلوق ہونا مذکور ہے ہاں بظاہر روح کے جسد پر وجود کا تقدم البتہ
معلوم ہوتا ہے مگر ایسے ظاہر لفظوں میں یہ طریقہ آسان ہے کہ اس کی
تاویل کر لی جائے اور تاویل اس کی ممکن بھی ہے کیونکہ دلیل یقینی ایسے
ظاہر لفظوں سے جسکی تاویل ہو سکتی ہو چوڑی نہیں جاسکتی بلکہ اس
ظاہر کی تاویل پر یہ برہان قاطع مقدم ہوگا جیسے اور ظاہر آیتین یا
حدیثین خداوند تعالیٰ کے حق میں بطور تشبیہ وارد ہوئے ہیں
اب یوں سمجھو کہ حدیث شریف میں جو ارواح کے قبل اجساد کے پیدا ہونیکا ذکر ہے

فلعلہ اراد بالارض وواح اس وواح الملائکۃ وبل اجساد اجساد العالم
 من العرش والکرسی والسموات والکواکب والهواء والارض والماء
 واما ان اجساد الادمیین یجلیتھم صغیرۃ بالاضافۃ الی جرم الارض
 وجرم الارض اصغر من جرم الشمس بکثیر ثمر لانسیۃ لجرم الشمس
 الی فلکھا ولا لفلکھا الی السموات الی فوقہ تشرک کل ذلک اتسع
 لہ الکرسی اذ وسع کرسیہ السموات والارض والکرسی صغیر
 بالاضافۃ الی العرش فاذا تفکرت فی جمیع ذلک استحققت
 اجساد الادمیین ولم تفہمھا من مطلق لفظ الاجساد فکذلک
 ممکن ہے کہ اوس سے مراد ارواح ملائکہ ہو اور اجساد سے مراد اجساد عالم
 ہو جیسے عرش کرسی آسمان ستارے ہوا مٹی پانی وغیرہ۔ خوب یاد رکھو
 کہ جس طرح آدمیوں کے اجساد سارے کے سارے بہ نسبت جرم الارض
 کے صغیر ہیں اور جرم الارض بہ نسبت جرم شمس کے بہت ہی چھوٹا ہے اور
 پھر شمس بالنسبۃ اپنے فلک کے ایسا چھوٹا ہے کہ اوسکی کوئی نسبت ہی
 قائم نہیں ہو سکتی اور علی ہذا یہ فلک بہ لحاظ اپنے فلک مافوق کے بہت
 لطف یہ کہ یہ سارے کے سارے بہ نسبت کرسی الہی کے ایسے چھوٹے ہیں
 کہ اوس میں تو سب سما جاتے ہیں مگر یہ کرسی خود باعتبار عرش رب العالمین
 کے بہت چھوٹی ہے اور اب میں سمجھتا ہوں کہ اگر تم ان تمام اجساد کی عظمت
 اور حالت پر سوچو گے اور غور کرو گے تو آدمیوں کے اجساد تم کو بہت ہی
 حقیر اور ناچیز معلوم ہونگے اور لفظ اجساد سے تم کو سمجھو گے ہی نہیں اسی طرح

فاعلم وتحقق ان اس روح البشر بالاضافة الى اس روح الملائكة
 كاجسادهم بالاضافة الى اجساد العالم ولوا تفتح لك باب معرفة
 الاسرار لرأيت الارواح البشرية بالاضافة الى اسرار الملائكة
 كسراج اقتبست من نار عظیم طبق العالم وتلك الناس العظيمة
 هي اسرار الملائكة ولا روارح الملائكة ترتيب وكل واحد منفرد
 برتبة ولا يجتمع في مرتبة واحدة اثنان بخلاف الارواح البشرية
 المتكثرة مع اتحاد النوع والرتبة اما الملائكة فكل واحد نوع براسه
 وهو كل ذلك النوع واليه الاشارة بقوله تعالى وما منا الا له مقام معلوم
 خوب یاد رکھو کہ ارواح بشر کی ارواح ملائکہ کی نسبت سے وہی حال ہے کہ جیسا اجساد
 بشر کا یہ نسبت اجساد عالم کے حال ہے کہ گویا لفظ ارواح سے سمجھ میں نہیں
 آسکتے اگر خدا تمہیں نور معرفت ارواح عنایت کرے تو تم کو ارواح بشر بہ لحاظ
 ارواح ملائکہ ایسے معلوم ہوں گے کہ جیسے ایک بہت بڑی آگ جو سارے عالم
 کو چھپائے ہوئے ہو اس سے ایک چراغ روشن کر لیا گیا ہو وہ بہت بڑی
 آگ جو عالم کو چھپائے ہوئے ہو اور ارواح ملائکہ ہیں اور اس میں ترتیب خاص
 ہے اور ہر ایک ان میں اپنی اس ترتیب سے منفرد اور علیحدہ ہیں اور مرتبہ
 واحد میں کبھی دو جمع نہیں ہوتے بخلاف ارواح بشریہ کے کہ باوجود کثرت
 کے نوع اور رتبہ میں سب ایک ہیں پس ہر ایک فرشتہ ایک نوع براسہ
 ہے اور وہ اس نوع کا ایک مندر ہے اسی کی جانب اشارہ ہے
 جہاں خدا نے فرمایا ہے کہ وما منا الا له مقام معلوم

وانا نحن الصافون ولقوله عليه السلام الراکع منهم لا یسجد والقائمر
 لا یرکع وانه ما من واحد منهم الا له مقام معلوم فلا یفهم اذا من الارجح
 والاجساد المطلقة الارواح الملائکة واجساد العالم واما قوله عليه السلام
 انا اول الانبیاء خلقوا وخرهم بعثنا فخلق همنا هو التقدير واول الایماذ فانه قبل
 ولدتہ امه لم یکن موجوداً مخلوقاً ولكن الغایات والکمال السابقة فی النقطة
 لاحقة فی الوجود وهو معنی قولهم اول الفکر اخر العمل بیا نه ان
 المهندس المقدر للدراول ما یشکل فی نفسه صورة الدار فیحصل فی
 اور پھر دوسری جگہ فرمایا وانا نحن الصافون اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا کہ الراکع منهم لا یسجد والقائمر لا یرکع وانه ما من واحد منهم
 الا له مقام معلوم پس بیشک ارواح اور اجساد جو مطلق حدیث میں ہے
 اوس سے ارواح ملائکہ اور اجساد عالم مراد ہیں اب رہی وہ حدیث جس میں
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ میں انبیاءوں میں تو باعتبار
 خلقت کے تو پہلا ہوں مگر بہ اعتبار بعثت کے پچھلا ہوں پس میان خلق سے
 مراد وہی اندازہ الہی ہے جس کا ذکر میں نے پہلے کیا ہے ایجاد یعنی وجود
 میں لانا ہرگز مراد نہیں کیونکہ حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جب تک
 اس دنیا میں ولادت نہیں ہوئی تھی آپ ہرگز موجود نہ تھے لیکن یہ غایات
 اور کمالات جو آپ سے ظہور پذیر ہوئے تقدیر الہی میں تو سابق ہیں اور
 وجود میں سب کے پیچھے ہیں یعنی جب آپ پیدا ہوئے یہی معنی مراد ہے اس
 قول کا کہ اول الفکر اخر العمل یعنی چیز فکر اور غور میں پہلے ہوتی ہے مگر

تقدیرہ دار کاملہ و آخر ما یوجد من اثر اعمالہ فی الدار کاملہ و
 ہی اول الاشیاء فی حقہ تقدیراً و آخرها وجوداً لان ما قبلہا من
 ضرب اللہن و بناء الحیطان و ترکیب الخبز و وسیلۃ الی غایۃ و
 کمال و ہی الدار و لاجلہا تقدست الالوات و الاعمال فاذا عرفت
 هذا فاعلم ان مقصود فطرۃ الادمین ادراکہم بسعادۃ
 القرب من الحضرة الالهیۃ و لم یکن ذلک الا بتعرف الانبیاء و
 کانت النبوة مقصودۃ بالایجاد و المقصود کمالہا و غایتہا اولہا
 علمایچھے ظہور پذیر ہوتے اسکی مثال یوں خوب صاف ہو جائیگی کہ مثلاً انجیز پہلے اپنے
 خیال میں ایک نقشہ مکان کا سوچا ہر اور گویا ایک مرتب مکان پوری طرح سے وہ اپنے
 اندازہ میں ٹھیک کر لیتا ہر اور جو مکان مکمل بن نہکا کرتا ہر اور موجود ہوا ہر یہ اسکی اسی تقدیر
 اور اندازہ کا اثر ہر اب از سرے تقدیر کے تو یہ مکان اُس انجیز کے حق میں پہلے ہی اور وجود
 میں لقیٹا چھپے کیونکہ بنیاد کا قائم کرنا انیٹوں کا جمانا دیوار و نکا کٹہری کرنا شہتیر و نکالگانا مع جملہ
 مراتب اوس مکان کے غایت اور کمال تک پہنچنے کے ذرائع اور
 وسائل ہیں اور اسی سبب سے یہ سارے آلات اور سارے اعمال
 اوس کے وجود اور ظہور سے مقدم ہیں اب جب تم نے یہ سمجھ لیا پس
 خوب سمجھ لو کہ فطرت انسانی کا تقاضا طبعی کیا ہے جناب باری کے قرب
 کی سعادت کو دریافت کرنا اور یہ بات انبیاء و ان کی تعلیم سے معلوم ہوتی ہے
 اور اسی لیے حق جل شانہ کو نبوت کا ایجاب مقصود ہے اور اوسکو کمال
 اور غایت تک پہنچانا مطلوب ہر اور کمال اور غایت تک پہنچانا

وانما تکمل بحسب سنتہ اللہ تعالیٰ بالتدریج کما تکمل عمارۃ
 الدار بالتدریج فتمهد اصل النبوة بالادم علیہ السلام ولم
 یزل ینمو ویکمل حتی بلغ الکمال بمحمد علیہ السلام وکان
 المقصود کمال النبوة وغایتها وتحمید اوائلها وسیلتها
 الیها کتاسیس البیان وتحمید اصول الحیطان فانه وسیلتها
 الی کمال صورة الدار ولهذا السرکان خاتم النبیین
 فان الزیادة علی الکمال نقصان وکمال شکل الادلة الباطنة کف
 اوسی فطرت الدار قانون قدرت کے مطابق بتدریج ہونا چاہیے
 جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ استکمال مکاتبی عمارت کا بتدریج
 ایک خاص وقت میں وقوع پاتا ہے خدا نے بھی آدم علیہ السلام سے
 نبوت کی بنیاد قائم کی اور برابر اس کو درجہ کمال تک لاتا رہا
 یہاں تک کہ وہ وقت مقرر آگیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو
 درجہ کمال تک پہنچایا اور اس عمارت کی غایت اور اس کا کمال یہی
 مقصود تھا اور اب اس سے اس کو بتدریج بڑھانا اس کمال تک
 پہنچانے کا وسیلہ تھا جیسا نبی کو مضبوط کرنا دیواروں کو قائم کرنا عمارت کی
 غایت اور کمال تک پہنچانیکا وسیلہ اور ذریعہ ہے یا دیکھو کہ یہی
 سر ہے کہ ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں کیونکہ
 کمال پر زیادتی یہ نقصان کا حکم رکھتا ہے جیسے یون سمجھو کہ ہمارے کام
 کاج کا آلہ جو ہاتھ ہے اس کا استکمال کیا ہے کہ اس میں ایک ہتیلی

علیہ خمس اصابع فلکما ان ذال الاصابع الاربعة ناقص فذوالاصابع
 الستة ناقص لان السادسة زیادة علی الکفایة فهو نقصان
 فی الحقیقة وان كانت زیادة فی الصورة والیہ الاشارة لقوله
 علیہ السلام مثل النبوة کمثل دار معمرة لم یبق فیها الا
 موضع لبنة فکنت انا موضع تلك البنة اولفظ هذا معناه
 فاذا عرفت ان کونه خاتم النبیین ضرورة لا یتصور خلافه
 اذ بلغ به الغایة والکمال والغایة اول فی التقدير اخر فی
 الوجود واما قوله علیہ السلام کنت نبیا وادم بین الماء والطين
 اور پانیچ انگلیان ہوں پس جس طرح چار انگلیوں والا ناقص ہے ویسا ہی
 چھ انگلیوں والا ہی ناقص ہی ہے کیونکہ قدر ضرورت اور استکمال تو
 پانیچ ہی میں ہے پس چھٹی اگرچہ صورت زائد ہے مگر حقیقت نقصان ہے۔
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس حدیث میں کہ نبوت کی مثل مثل اس
 مکان کے ہے جو بالکل تیار ہو گیا ہو اور صرف ایک اینٹ کی جگہ باقی رکھئی ہو
 اور اس اینٹ کی جگہ میں ہوں یا اسی حدیث کے ہم معنی حدیث میں اسی
 تحقیق کی طرف اشارہ کیا ہے جو ہم نے کہا پس جب تھے معلوم کر لیا
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالیقین خاتم النبیین ہیں تو اسکا خلاف
 نہیں ہو سکتا کہ قصر نبوت اپنی سے غایت اور کمال کو پونہچا اور یہ
 ساری باتیں تقدیر الہی میں تو پہلے تھیں اور وجود اور ظہور میں چھپے
 اب رہی یہ حدیث کہ میں نبی تھا اور آدم ہنوز پانی اور کیچڑ میں تھے

فهو ايضا اشاره الى ما ذكرناه وانه كان نبيا في التقدير
 قبل تمام خلقة ادم عليه السلام لانه لم ينشأ خلق ادم
 الا ينتزع اوصاف من ذرية ولا يزال يستصفي تدريجا الى
 ان بلغ كمال الصفاء فقبل الروح القدس النبوة
 المحمدية ولا نفهم هذه الحقيقة الا بان تعلم ان للذات
 مثلا وجودين وجود في ذهن المهندس ودماعه حتى
 كانه ينظر الى صورة الدار ووجودها خارج الذهن في
 الاعيان والوجود الذهني سبب للوجود الخارجي العيني فهو سابق لا محالة
 وهما اسي تحقيق كي بنا پر ہے جس كا مين نے تذکرہ کیا کہ رسول اس
 صلے اسر علیہ وسلم تقدیر الہی میں نبی تھے اور ہنوز آدم علیہ السلام
 کی خلقت تمام کو نہ پوچھی تھی کیونکہ آدم علیہ السلام کی حقیقی خلقت کا
 ہم تمام ہونا نہیں مانتے جب تک ان کی ذریت سے ایک کامل اور مکمل
 ذریت کا انتزاع نہ ہو لے اور اس نوبت تک پہونچنے کے لیے برابر
 تدریجی سلسلہ درجہ کمال تک پہونچنے کا ہم مانتے ہیں یہاں تک کہ وہ
 خلقت کمال کو پونچھی اور اسنے روح مقدس محمدی کو قبول کیا
 یہ حقیقت اس طرح صاف سمجھ میں آئیگی جب تم یہ سمجھ لو کہ مکان کے لیے دراصل
 دو وجود ہیں ایک تو انجینیئر کے ذہن و دماغ میں اس طرح کہ گویا وہ صورت
 مکان دیکھ رہا ہے اور دوسرے ذہن سے باہر خارج میں اور وہی وجود
 ذہنی سبب ہوا اس وجود خارجی کا اور وہ اس سے لامحالہ سابق ہی ہے

فکذلک فاعلم ان الله تعالى بقدر اولاً ثم يوجد على وفق
 التقدير ثانياً وانما التقدير يرسم في اللوح المحفوظ كما
 يرسم تقدير المهندس اولاً في اللوح او في القراطيس فتصویر
 الادمجوادة بکمال صورتها نوعاً من الوجود فيكون
 هو سبباً للوجود الحقيقي وکما ان هذه الصورة يرسم
 لوح المهندس بواسطة القلم والقلم يجري على وفق
 العلم بل العلم يجري به فکذلک التقدير صوراً لا موراً لثبوت
 ترسم اولاً في اللوح المحفوظ وانما ينقش اللوح المحفوظ
 من القلم والقلم تجري على وفق العلم واللوح عبارة
 اسی طرح ٹیک بلاشبہ سمجھ رکھو کہ اسدجل شانہ پہلے کسی شے کی تقدیر
 کرتا ہے پھر اسی اندازے پر اس کے بعد اس کو موجود کرتا ہے اور
 جیسے انجینیر کسی لوح یا کاغذ پر نقش کھینچ لیتا ہے خدا ہی اپنے لوح
 محفوظ میں اس تقدیر اور اندازہ کو ترسم کر لیتا ہے اور جیسے انجینیر
 کے تختہ یا کاغذ پر مکان کا ایک وجود ہوتا ہے اور وہ سبب ہوتا ہے
 وجود حقیقی خارجی کا مکان کے اور وہ وجود یا نقشہ بواسطہ قلم کے
 کھینچا جاتا ہے اور قلم موافق علم انجینیر کے چلتا ہے بلکہ فی الحقیقت
 علم ہی اس قلم کا چلانے والا ہے اسی طرح جس امر کو خدا
 کرنا چاہتا ہے لوح محفوظ میں اس کی تقدیر اور اس کا اندازہ بواسطہ قلم
 قدرت کے جو اس کے علم کے موافق چلا ہی ترسم کرتا ہی خوب سمجھ لو کہ لوح عبارت

عن موجود قابل لنقش الصور فيه والقلم عبارة عن موجود
 منه تفيض الصور على اللوح المنقش فان حد القلم هو
 الناقل لصور المعلومات في اللوح واللوح هو المنقش
 بتلك الصور وليس من شرطهما ان يكونا قصبا او
 خشبا بل من شرطهما ان لا يكونا جسمين فاجسميتهما
 لا تدخل في حد القلمية وحقيقتها بل روح القلمية و
 اللوحية هو ما ذكرنا والزائد عليه صورته لا معناه فلا يبعد
 ان يكون قلم الله تعالى و لوحه لا ثقا باصبعه و يده وكل
 اوس موجود سے ہے جس میں صورتوں کے نقش ہونے کی صلاحیت ہو اور
 قلم عبارت اوس موجود سے ہی جس سے اس لوح پر صورتوں کے نقش کا
 فیضان ہو سکے کیونکہ تعریف قلم کی یہی ہے کہ معلومات کا لوح پر نقش کنندہ
 ہو اور لوح کی یہ ہے کہ جو اون صورتوں سے منقش ہو سکے دونوں
 میں سے کسی کی تعریف میں نہ کل یا لکڑی کا ہونا شرط نہیں ہے
 بلکہ اون دونوں کی شرط میں سے تو یہ ہے کہ جسم نہون پس جسمیت
 قلمیت اور لوحیت کی حد اور حقیقت میں داخل نہیں ہے بلکہ روح
 قلمیت اور لوحیت وہی ہے جو میں نے بیان کیا اور اسپر زائد
 جو چیز ہے وہ اوس کی صورت ہے معنی نہیں ہے پس اس میں
 کیا شک ہے کہ لوح اور قلم الہی ضرور وہی ہونا چاہیے جو
 اوس کے ہامتہ اور انگلیوں کے لائق اور مناسب ہو اور جو

ذلک علی ما یلیق بذاتہ والہیۃ فقدس عن حقیقتہ
 الجسمیۃ بل جلتہا جواہر روحانیۃ عالیۃ بعضہا معلم
 بالقلم وبعضہا متعلم باللوح فان اللہ تعالیٰ علم بالعلم
 فاذا فہمت نوعی الوجود فقد کان نبیا قبل ادم علیہ
 السلام بمعنی الوجود الاول التقدری دون الوجود
 المحسّی العینی والحمد لله رب العالمین والصلوة
 والسلام علی سید المرسلین والہ وصحبہ اجمعین امین
 چیز کہ اوس کی ذات اور اکسیت کے لائق اور مناسب ہوگی اوسکو
 ضرور ہے کہ جسمیت سے منزہ اور پاک ہو بلکہ حق یہ ہے کہ یہ دونوں
 جواہر روحانیۃ عالیہ ہیں بعض تو معلم ہیں جیسے قلم اور بعض متعلم
 جیسے لوح کیونکہ خدا نے خود فرمایا ہے کہ ہم نے قلم سے سکھایا ہے
 اب جب یہ دو قسم کے وجود تمہاری سمجھ میں آ گئے تو اب بخوبی بات
 سمجھ میں آ جائے گی کہ ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
 جو قبل آدم علیہ السلام کے تھے وہ بمعنی اوسے وجود اول تقدیری
 کے تھے اوس سے وجود ثانی خارجی حسی مراد ہرگز نہیں ہے
 الحمد لله رب العالمین والصلوة و
 السلام علی سید المرسلین و
 الہ وصحبہ اجمعین

فہرست کتب مطبعی علی گڑھ

الہدیت والاسلام بچہ کتاب ایک زبردست مصری فاضل محمد فرید و جدی کی
 جدید تصنیف ہر اس کی اردو ترجمہ جو مولوی رشید احمد صاحب انصاری مترجم تحریک الملوک اور رسالۃ التوحید
 وغیرہ ذنوب محسن الملک بہادر کا ارشاد کیونکہ کیا ہر مطلع احمدی میں نہایت صحت و صفائی کیساتھ
 ہر ایک طیارہ کی طرح غریبی تعلیم اور غریبی علوم و فنون کی بدولت جو شکوک و شبہات مذہب کی طرف سے پیدا ہو رہی
 ہیں درالحاد اور دہریت کا سیلاب مغرب کی طرف سے بڑھتا چلا آ رہا ہے اسکی استیصال کیلئے درحقیقت اس پابہ کی
 آج تک کی کتاب نہیں لکھی گئی اس کو تمام سباحث نہایت عالمانہ اور محققانہ اور فلسفیانہ انداز میں لکھی گئی ہے
 اور جدید شائستگی کو اہم اصول کو اسلامی ہوں کیساتھ تطبیق دیکھی تعلیم یافتہ گروہ کے لئے بچہ کتاب حیات سے
 کم نہیں ہے۔ جو حضرات علمی اور فلسفی مباحث سے دلچسپی رکھتے ہیں یا جو غریبی خیالات سے فی الجملہ مذاق آشنا ہیں
 ان کے لئے بھی بچہ کتاب نہایت مفید اور نہایت دلچسپ ہوگی۔ قیمت ۴۰
اخلاق محمدی۔ اس کتاب میں طرز معاشرت آداب مجالس، اخلاق، کسب معاش، ممانعت
 سوال، ہمت و استقلال، بہمدی، رفاہ عام، حقوق باہمی، تعظیم اکابر، شفقت اصاغر وغیرہ تمام صفات
 حسنہ کے متعلق آیات و احادیث جمع کر کے با ترجمہ طبع کیں قیمت ہر دو حصہ ۴۰
نسائ المسلمین۔ بچہ کتاب فاطمہ خانم ایک ترکی خاتون کی تصنیف ہے، سمین پر وہ کثرت
 ازدواج، طلاق، نکاح، حقوق زنان پر مکالمہ کو طور پر دلچسپ طریقہ سے محققانہ بحث کی ہے قیمت ۱۲
رسالۃ التوحید۔ بچہ رسالہ علم کلام میں شیخ محمد عبد مفتی مصر کی تصنیف ہے اس کی تعریف میں یہی بات
 کافی ہے کہ اسکو کبھی دینیات، علوم علیحدہ، طلباء اسکول و کونڈہ سی نصاب تعلیم میں داخل کر لیا یہ کتاب نہایت عجیب قابل
 دید ہے قیمت ۶
حیات سرسید۔ سرسید احمد خان مرحوم بانی مدرستہ علوم علیحدہ کی سوانح عمری قیمت ۲۰

الصلوٰۃ - جس میں طریقہ نماز مع ترجمہ دعاؤں کے درج ہے احیاء سیر سیر
 مرحوم بانی مدرسۃ العلوم علیگڑہ کی سوانح عمری ۲۔ تعصب اسلام - لکچر مولانا شبلی جس میں اسلام
 کی بے تعصبی ثابت کی گئی ہے ۳۔ سائنس اور اسلام - یہ رسالہ حمید یہ کار و ترجمہ ہے
 جسکو مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے مرتب کیا۔ اس میں اسلام کے ہر مسئلہ کو عقلی دلائل
 سے نہایت خوبی کے ساتھ ثابت کیا ہے اور جدید فلسفہ سے منطبق کیا ہے علم - دیوان حالی
 جس میں شاعری کی حقیقت پر ایک بسیط مقدمہ شامل ہے عجمہ مجموعہ نظم حالی - اس میں مولانا
 الطاف حسین حالی کی چودہ نظمیں شامل ہیں ۸۔ مسدس حالی مع ضمیمہ ذرا ہنگ - ۸
 ارکان اسلام - آغاز اسلام سوانح عمری حضرت رسول اکرم - تاریخ مسلمانان کامل
 مصنفہ مولوی ذکار اللہ صاحب جسکے ۵۲۱ صفحے ہیں مسلمانان ہندوستان کے اس سحر
 زیادہ مفصل اور جامع تاریخ آج تک نہیں لکھی گئی - مہمت عکس اکسیر دولت توہن کی دولت کے گھٹنے
 بڑھنے کے اصول ۸۔ ارمغان اسرائیل - ابتداء زمانہ بنی اسرائیل سے تاحضرت عبداللہ
 بن سلام صحابہ رسول خدا صلعم ہر ایک پیغمبر کا حال مع وجہ تسمیہ اسرائیل کے ، ہر ذکر کے شروع میں
 آیت قرآن مجید لکھی ہے کہ جس سے معلوم ہو جائے کہ یہ ذکر فلاں آیت در کوع و سورۃ میں ہے
 اور کون پیغمبر کس بادشاہ کے زمانہ میں گذرا ہے ہر مسلمان کو اس کے دیکھنے کی اشد ضرورت ہے - عار
 بدر الشرح - شرح دیوان حافظ - از زبدۃ اہل کمال صاحب حال وقال علامہ عصر مولانا حافظ
 بدر الدین صاحب نور اللہ مرقدہ مخدوم زادہ اکبر آبادی بنظیر و بحسب نقیض امیر مضامین کی شرح
 جو دو سو برس سے مثل علمی خزانوں کے سرمہر تھے اور جسکے دیکھنے سے السد والو کو جذب کی حالت طاری
 ہوتی ہے تمام نکات و اصطلاحات صوفیہ کرام کو قرآن مجید و احادیث شریفہ و اقوال مشائخ
 پوری طور پر شرح کر دی ہے عکس - رسالۃ التوحید - ۶ - کیمیاء دولت - ۸

الرایض علی گڑھ

اس نام کا پندرہ روزہ اخبار عربی اردو میں مطبع احمدی سے نہایت خوش خط لکھا
 وچپائی کیساتھ باڈیٹری مشنی سید احمد صاحب طبع ہوتا ہے اس اخبار میں علی الخصوص
 صحیح اخبار ممالک اسلامیہ شام، مصر، روم، ایران، مراکو، جادہ، افغانستان،
 ترکستان عربی و اردو میں درج کیجاتی ہیں جو لوگ عربی زبان میں مہارت پیدا کرنا چاہتے
 ہیں اور جنکو ممالک غیر کے مسلمانوں کے حالات بالتفصیل ملاحظہ کرنا ہوں اُن سے
 اخبار مذکور کے ملاحظہ کی خاص طور پر سفارش کیجاتی ہے طلباء سے مدارس سرکاری و غیر
 اسکے مطالعہ سے کافی مدد حاصل کر سکتے ہیں۔

اس اخبار میں حاصل اہتمام کیا گیا ہے کہ عربی زبان کے وہ الفاظ و اصطلاحات
 جو حال کی عربی زبان میں استعمال کیجاتی ہیں انکی فہرست اخبار میں شائع کیجائے یہ خبر
 بالفعل پندرہ روزہ ہے مگر وعدہ کیا جاتا ہے کہ پانچ سو جدید خریداروں کی درخواست آنی
 پر وہ ہفتہ وار کر دیا جائیگا اور قیمت میں کوئی اضافہ نہیں کیا جاوے گا قیمت عوام و خاص
 سے (سے) سالانہ مع محصول اک مقرر ہے مگر شرط یہ ہے کہ درخواستیں محرم ۱۲۲۲ھ
 سے پیشتر آجاویں ورنہ قیمت (اللہ) سالانہ دینی ہوگی اس اخبار کی خریداری گویا
 عربی زبان کے زندہ کرنے میں کوشش کرنا ہے۔

ایک وقت میں یہ لکھا گیا تھا

